43

26 نومبر 2003ء — یکم شوال 1424ھ

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

www.tanzeem.org

عید مبارک!

گھریلو تشدد کے انسداد کا بل (خطابِ جمعہ)
مسلمانانِ عالم کا عظیم الشان تہوار (فیچر)
سید احمد شہید کی جماعت (آخری قسط)

عیدالفطر کی نماز

''سنن ابوداؤد'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ (جن کی کافی تعداد پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکی تھی) دو تہوار منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشا کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ ''یہ دو دن جو تم مناتے ہو' ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمہارے اِن تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج ہے جواب تک چل رہا ہے)۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے اِن دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لئے مقرر کر دیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) یعنی یوم عیدالاضحیٰ اور یوم عیدالفطر

''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے۔ سب سے پہلے آپؐ نماز پڑھاتے تھے۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رُخ کر کے خطبے کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور لوگ بدستور صفوں میں بیٹھے رہتے تھے۔ پھر آپؐ اُن کو خطبہ اور وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور احکام دیتے تھے اور اگر آپ کا ارادہ کوئی لشکر یا دستہ تیار کر کے کسی طرف روانہ کرنے کا ہوتا تو آپؐ اس کو بھی روانہ فرماتے تھے یا کسی خاص چیز کے بارے میں آپ ﷺ کو کوئی حکم دینا ہوتا تو اسی موقع پر وہ بھی دیتے تھے' پھر آپؐ عیدگاہ سے واپس ہوتے تھے۔

جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا' حضور ﷺ کا عام معمول یہی تھا کہ عیدین کی نماز آپ مدینہ طیبہ کی آبادی سے باہر اس میدان میں پڑھتے تھے' جس کو آپؐ نے اس کام کے لئے منتخب فرما لیا تھا اور گویا (عیدگاہ) قرار دے دیا تھا۔ اس وقت اس کے گرد کوئی چہار دیواری بھی نہیں تھی' بس صحرائی میدان تھا۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ مسجد نبویؐ سے قریباً ایک ہزار قدم کے فاصلے پر تھا۔ آپؐ نے عید کی نماز ایک مرتبہ بارش کی مجبوری کی وجہ سے مسجد شریف میں بھی پڑھی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے دن نماز و خطبہ کے بعد عیدگاہ ہی میں اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مجاہدین کے لشکر اور دستے بھی منظّم کئے جاتے تھے اور وہیں سے ان کو روانہ اور رخصت کیا جاتا تھا۔

ماخذ: معارف الحدیث

تحریر: مولانا محمد منظور نعمانی

سورۃ البقرۃ (آیات264-265)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی لا کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَکَهٗ صَلْدًا ط لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا ط وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَo وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُکُلَهَا ضِعْفَیْنِ ج فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌo﴾

''مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ تو اس (کے مال) کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔ (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اور اللہ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اور جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور خلوصِ نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اُونچی جگہ پر واقع ہو (جب) اس پر مینہ پڑے تو دُگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے تو خیر پھوار ہی سہی۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

اگرچہ پچھلی آیت میں بھی اس بات کا ذکر آ گیا تھا کہ صدقہ دینے والا صدقہ دینے کے بعد احسان بھی نہ جتائے اور صدقہ کے بدلے میں ایذا بھی نہ پہنچائے' بلکہ ایسے صدقے سے معذرت کر لینا بہتر ہے' مگر اس صورتِ حال کی اہمیت کے پیشِ نظر اس بات کو دوبارہ دہرایا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے صدقہ وخیرات کو جتلا کر اور اذیت بخش جملے کہہ کر ضائع نہ کرو۔ دیکھئے جو شخص اپنا مال دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے' مثلاً کوئی بڑا فلاحی ادارہ قائم کر دیا جہاں سے لوگوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے' مگر نیت شہرت اور ناموری ہے' یا کہیں سرکار دربار میں رسائی حاصل کرنے کے لئے بہبود فنڈ میں رقم دے دی' یا ٹیکس بچانے کی نیت سے کسی نیکی کے کام میں خرچ کر دیا' یا غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کیا کہ الیکشن میں حصہ لینا ہے تو یہ لوگ ووٹ دیں گے' اس طرح مال خرچ کرنے والا ریاکار ہے جو حقیقت میں اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا' کیونکہ ریا اور ایمان ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''جس نے دکھلاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا' جس نے دکھلاوے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا' جس نے دکھاوے کے لئے لوگوں کو صدقہ وخیرات دی اس نے شرک کیا۔

ریاکاری سے خرچ کرنے والے کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر کچھ ریت مٹی کی ہلکی سی تہ جم گئی ہو' وہاں کسی نے کچھ بیج ڈال دیئے ہوں' وہ بیج اُگ بھی آئے ہوں مگر اسی اثناء میں زوردار بارش پڑی جو چٹان کے اوپر پڑی مٹی کو بہا کر لے گئی۔ بونے والے کی محنت بھی گئی اور بیج بھی گیا اور فصل تو ہوئی ہی نہیں۔ بارش سے وہ چٹیل چٹان اندر سے نکل پڑی۔ تو یہاں بتایا جا رہا ہے کہ ریاکاری سے خرچ کئے ہوئے مال سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہاتھ سے مال گیا اور اجر وثواب سے بھی محروم رہا۔ اس نے جو راس المال لگایا اس سے اسے کچھ نفع حاصل نہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ناشکروں کو راہ یاب نہیں کرتا۔

اس کے مقابلے میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اپنا مال اللہ کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اس معاملے میں ان کا عزم پختہ ہوتا ہے' ان کی مثال ایک باغ کی ہے جو ذرا بلندی پر ہے۔ اگر اس باغ پر زوردار بارش پڑ جائے تو کیا کہنے' فالتو پانی نیچے بہہ جائے گا اور سیرابی بھرپور ہو جائے گی اس طرح وہ باغ دوگنا پھل لائے گا۔ اور اگر زوردار بارش نہ بھی ہو تو تھوڑے سے بہت چھینٹے بھی اس کو کفایت کر جائیں گے اور اس کا پھل برقرار رہے گا۔ کاشت کار کی محنت بھی ٹھکانے لگی اور اس کو بھرپور نفع ہوا۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے دور بینی کرتے رہا کرو' بے لاگ جائزہ لیتے رہا کرو کہ صدقہ وخیرات کرتے وقت کوئی منفی جذبہ تو شامل نہیں ہو گیا' کہیں کسی درجے میں ریاکاری کا تو کوئی امکان نہیں۔ اگر محض رضائے الٰہی کے لئے خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ بھرپور اجر سے نوازیں گے۔ کیونکہ تمہارے تمام اعمال اس کی نگاہ میں ہیں۔

شبِ قدر سے محرومی' حرمان نصیبی

چوہدری رحمت اللہ بٹر

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنه قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَکُمْ وَفِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ' مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّهٗ وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَهَا اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے لئے یہ مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات (یعنی شبِ قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات (کی سعادت) سے محروم رہا (کہ اسے پوری رات یا کم سے کم رات کے کچھ حصوں میں بھی جاگنے اور عبادتِ خداوندی میں مشغول ہونے کی توفیق نہ ہوئی) تو وہ ہر سعادت وبھلائی سے محروم رہا۔ اور یاد رکھو شبِ قدر کی سعادت سے حرمان نصیب ہی محروم ہوتا ہے۔''

ارشادِ گرامی ''تمہارے لئے یہ مہینہ آیا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا مقدس وبابرکت مہینہ دین ودنیا کی سعادتیں اور بھلائیاں اپنے دامن میں لئے آ گیا ہے' لہٰذا اس کے آنے کو غنیمت جانو' دن میں روزے رکھ کر اور رات میں عبادتِ خداوندی یعنی تراویح وتلاوتِ قرآن اور تہجد وغیرہ میں مشغول ہو کر اس مہینے کی برکتیں اور سعادتیں حاصل کرو۔ حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ ''لیلۃ القدر'' کی سعادتوں سے وہی شخص محروم رہتا ہے جو سعادت وبھلائی کے معاملے میں بدنصیب ہوتا ہے اور جسے عبادت کا ذوق نہیں ہوتا۔

دارالمطالعہ قرآن اکیڈمی
نمبر 21-11-03
36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گھریلو تشدد کا خاتمہ بذریعہ پولیس

پاکستان کی موجودہ پارلیمنٹ کی یک سالہ کارگزاری کے بارے میں تو خود وزیراعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے اعتراف کیا ہے کہ ناقص رہی ہے۔ پنجاب اسمبلی کی کارگزاری کا اندازہ اس مسودۂ قانون (بل) سے ہو سکتا ہے جو صوبائی اسمبلی کی ایک خاتون رکن ڈاکٹر انجم امجد صاحبہ نے ''گھریلو تشدد کا انسداد'' کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ سوال یہ نہیں کہ یہ بل اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے یا نہیں' اس کی بعض شقیں اسلام تو بہت بڑی بات ہے' ایک معمولی درجے کے مہذب و متمدن معاشرے کے تسلیم شدہ اخلاقی و انسانی اقدار کے بھی منافی ہیں۔ اس بات سے قطع نظر کہ ہمارا معاشرتی مزاج مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے یا اسلام کی بہترین اقدار کے ساتھ وابستہ ہے' زیر بحث بل کی درج ذیل شقیں ملاحظہ فرمائیے:

(1) کوئی شخص یا متاثرہ فرد جس کو اس امر کا یقین ہو گیا ہو کہ گھریلو تشدد ہو گیا ہے' ہو رہا ہے یا سرزد ہونے کا امکان ہے' محافظ افسر (پروٹیکشن افسر) کو اس کی اطلاع کرے گا۔

(2) کوئی بھی شخص جو نیک نیتی سے اطلاع دیتا ہے' وہ دیوانی یا فوجداری ذمہ داریوں سے مستثنیٰ ہوگا۔

(3) محافظ افسر اطلاع کے ذرائع افشاء نہ کرے گا۔

دفعہ **5** میں محافظ افسر کے فرائض بتائے گئے ہیں۔ لکھا ہے ''جہاں محافظ افسر تحقیقات کے بعد یا از خود کسی قابل اعتماد شخص سے موصولہ اطلاع کی بنیاد پر اس امر کا یقین کر لے کہ گھریلو تشدد ہو گیا ہے' ہو رہا ہے یا سرزد ہونے کا امکان ہے اور اس سلسلے میں کارروائی ہونی چاہئے' یہ اس کا فرض ہوگا کہ اس مقام پر فوراً پہنچے' جہاں تشدد سرزد ہوا ہے یا ہونے کا امکان ہے اور اس وقت تک وہاں رہے جب تک اس کو یقین ہو کہ اس کی عدم موجودگی میں متاثرہ فرد جسمانی تشدد کے خطرے میں ہوگا۔

گویا کسی بھی شخص (معتبر یا غیر معتبر کی شرط نہیں) کی شکایت یا اطلاع پر پولیس افسر کسی بھی گھر کی دیوار تک پھلانگ کر وہاں براجمان ہو سکتا ہے۔ ابھی تشدد نہیں ہوا ہے۔ میاں بیوی یا ساس اور بہو کے درمیان معمولی ناچاقی ہو گئی ہے یا ماں باپ اپنے بچوں کو کسی بات پر ڈانٹ ڈپٹ کر رہے ہیں' اور پولیس افسر حکومت پنجاب کے بل کے مطابق محض ''امکان'' کی بنا پر اس گھرانے کے نجی معاملات میں دخل دینے کے لئے پہنچ گیا ہے۔ صاحبِ خانہ کے بیڈ روم کے اندر جا کر بیٹھ گیا ہے اور فرمان جاری کر دیا ہے کہ چونکہ میں ''کسی'' کی اطلاع پر یہاں آیا ہوں' اس لئے یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک مجھے ذاتی طور پر یقین نہ ہو جائے کہ میری عدم موجودگی میں تشدد نہیں ہوگا۔

شق کی ذیلی دفعہ II کے تحت پولیس افسر کو صوابدیدی حق داختیار دیا گیا ہے کہ وہ اگر ضروری سمجھے تو گھر کو تقسیم بھی کر سکتا ہے اور متاثرہ فرد کے لئے علیحدہ رہائشی حصہ مقرر کر سکتا ہے۔ فرض کرو' اگر تشدد کا ملزم شوہر کو قرار دیا گیا ہے تو اسے بھی بیوی کے کمرے میں قدم رکھنے کی اجازت نہ ہوگی' یعنی وہ اپنی بیوی سے مصالحت نہ کر سکے گا' اسے منا نہیں سکے گا جیسا کہ عام طور پر گھروں میں ہوتا آیا ہے۔

گھریلو تشدد یقیناً ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ تہذیب اور شائستگی کی بنیادی اخلاقی و انسانی اقدار کے منافی ہے۔ اس سے فرد کے بنیادی اور معاشرتی حقوق پر ضرب پڑتی ہے۔ ایک گھرانے میں ''کمزور'' فرد کے لئے عزت نفس اور جسمانی تحفظ کے ساتھ زندگی گزارنا بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ اس معاشرتی برائی کو لازماً ختم ہونا چاہئے' اس کے لئے ضروری ہے کہ دوسری معاشرتی برائیوں کی طرح مربوط معاشرتی اصلاحات کے تحت ختم کیا جائے۔ قانون اور پولیس کے تشدد سے' جس کی راہیں عملاً ''چائے پانی'' اور ''مک مکا'' جیسی جانی پہچانی معاشرتی برائیوں کی طرف نکل جاتی ہیں' کوئی بھی معاشرتی برائی ختم نہیں کی جا سکتی۔ ہماری پولیس چوری اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں تو ختم نہ کر سکی' کسی نامعلوم شخص کی اطلاع پر اگر اسے گھر کی چار دیواری کے اندر داخل ہو کر اپنی مرضی کی کارروائی کرنے کا حق دے دیا جائے گا تو ہمارے معاشرے میں صدیوں سے جو گھریلو جم جماؤ' اخلاق کی بنیاد پر قائم ہے اس کا شیرازہ بکھر جائے گا اور سرکاری ملازمین کے لئے کرپشن کے نئے دروازے کھل جائیں گے۔

یہ مسودہ قانون صوبائی اسمبلی میں پیش کرنے والی رکن محترمہ ڈاکٹر انجم امجد نے بانی ''تنظیم اسلامی'' محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے ملاقات کر کے انہیں یقین دلایا ہے کہ اگر اس بل میں کوئی خامی محسوس ہوئی تو وہ یہ بل واپس لے لیں گی۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے **14** نومبر کو اپنے ''خطابِ جمعہ'' میں اس بل کو خامیوں کا مجموعہ بلکہ شکر میں لپٹی زہری کی گولی قرار دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کے مطالعے کے بعد محترمہ انجم امجد صاحبہ یہ مسودۂ قانون واپس لے لیں گی۔ (ادارہ)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ	20 نومبر تا 26 نومبر 2003ء	جلد
43	۲۴ رمضان تا یکم شوال ۱۴۲۴ھ	12

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت: ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

اس شمارے میں

3۔ گھریلو دہشت کا خاتمہ بذریعہ پولیس
4۔ حرمت والے مہینوں سے کیا مراد ہے؟
5۔ گھریلو دہشت کے انسداد کا مسودۂ قانون
7۔ عید الفطر مسلمانوں کا عظیم الشان تہوار
9۔ عالم اسلام کی تازہ سرگرمیاں
10۔ ''سید احمد شہید'' کے باب کی آخری قسط
12۔ گیارہ ستمبر سے 9 نومبر تک (تجزیہ)
14۔ مطالعہ تصوف قرآن و سنت کی روشنی میں
15۔ قیامت کا مثبت تصور (ایمانیات)
18۔ ''تنظیم اسلامی'' کی سرگرمیاں اور اطلاعات

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور۔(54000)
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن' لاہور

سالانہ زرِ تعاون: 250 روپے' فی شمارہ: 5 روپے
برائے یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
برائے امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

ناشر: محمد سعید اسعد ○ مطبع: مکتبہ جدید پریس لاہور

افہام و تفہیم

محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال جواب کی نشست

س: آج کل تعویذ گنڈوں کی وبا بہت پھیلی ہوئی ہے۔ پریشان حال لوگ یا جنہیں جادو کا شک ہوتا ہے' وہ پیروں فقیروں سے تعویذ لیتے ہیں۔ کیا یہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے؟ مزید برآں' کیا قرآن مجید کی مختلف سورتوں اور آیتوں کے نقش اسی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں؟

ج: جہاں تک جھاڑ پھونک کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیت پڑھ کر جھاڑا جائے' پھونکا جائے وہ تو ثابت ہے لیکن لکھے گئے تعویذ کا ہمیں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ دراصل موجودہ دور کمرشلائزیشن کا ہے اور اس کے اثرات ہمارے دین میں بھی در آئے ہیں۔ آج دینی علوم کی تعلیم اسلام کی خدمت کے لئے نہیں بلکہ اس لئے حاصل کی جاتی ہے کہ کسی مسجد میں امامت یا خطابت کا کام مل سکے' الا ماشاء اللہ۔ اسی طرح پیری مریدی میں بھی دنیاوی اور مادی نقطہ نظر غالب آ گیا ہے۔ ایسے میں بہترین شکل یہ ہے کہ اللہ پر توکل کیا جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جادو کی بات کی گئی وہاں سورۃ البقرہ میں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ کوئی انسان کسی چیز سے کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اِلّا یہ کہ اللہ چاہے۔ لہٰذا ہر حال میں اللہ سے دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ' اگر کسی نے میرے ساتھ کوئی ایسا عمل کیا ہے تو تُو ہی اس عمل کو توڑ دے۔ پھر معوذتین اور آیت الکرسی کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتے رہنا چاہئے۔ روایات میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو سوتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں پر معوذتین (یعنی قرآن مجید کی آخری دو سورتیں' سورۂ فلق اور سورۂ الناس) اور آیت الکرسی پڑھ کر پھونکے اور پھر یہ ہاتھ اپنے پورے جسم پر پھیر لے تو وہ رات کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

درحقیقت یہ چیزیں خود کرنے کی ہیں' یہ نہیں کہ کسی سے تعویذ لکھوا لیا اور اسے گھول کر پی لیا یا کچھ اور کیا۔ اس کے لئے مجھے کوئی ثبوت نہیں ملا۔ یہ بات میں اس لئے کہا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اصل دین وہی ہے جس پر میرا اور میرے صحابہؓ کا عمل ہے۔ لہٰذا اگر تو کسی چیز کے لئے صحابہ کرامؓ یا براہ راست حضور ﷺ سے کوئی ثبوت ہے تب تو ہمیں بالکل قبول کرنا چاہئے' ورنہ پھر اس کو اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

س: حرمت والے مہینے کون سے ہیں؟ کیا محرم میں شادی نہیں کرنی چاہئے؟

ج: نہیں' محرم میں شادی کی جا سکتی ہے۔ یہ تو بس اہل تشیع کے جذبات کو ٹھیس پہنچنے کے خیال سے ایسا نہیں کیا جاتا' کیونکہ انہوں نے اس قسم کے شعائر بنا لئے ہیں۔ جب میں نے اپنے بیٹے عزیزم حافظ عاکف سعید کی شادی غالباً 8 محرم کو کی تھی تو اس پر میرے خلاف بہت ہنگامہ ہوا تھا۔ مجھے قتل کرنے کے لئے ایک جلوس گڑھی شاہو میں واقع ہمارے دفتر میں پہنچ گیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ میں وہیں ہوں گا جبکہ میں قرآن اکیڈمی میں ہوتا ہوں۔ جلسوں میں برملا کہا گیا کہ ہمیں اس کا سر چاہئے۔ ٹیلی فون پر مجھے دھمکیاں دی گئیں کہ آج کی رات تمہاری آخری رات ہے۔ اس کے لئے ہمیں پہرے بھی رکھنا پڑے تھے — تو یہ چیزیں اہل تشیع کی پیدا کردہ ہیں۔ البتہ اہل تشیع کے علماء نے اس وقت بھی کہا تھا کہ ہمارے نزدیک یہ حرام کام نہیں ہے' تاہم اس سے ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے' کیونکہ یہ تو ماتم کا مہینہ ہے۔ لیکن ہم اہل سنت تو اسے ماتم کا مہینہ نہیں سمجھتے۔ اگر ماتم ہی کرنا ہے تو دس محرم کے 70 شہداء کے بجائے غزوہ احد میں شہید ہونے والے 70 صحابہ کرام کا ماتم کرنا چاہئے' جن میں حضرت حسینؓ کے دادا اور پرنانا حضرت حمزہؓ بھی شامل تھے۔ پرنانا اس حوالے سے کہ وہ حضرت حسینؓ کے نانا یعنی آنحضور ﷺ کے چچا تھے اور دادا اس لئے کہ وہ حضرت حسینؓ کے دادا ابوطالب کے بھائی تھے۔

اس اعتبار سے یہ چیزیں بس اہل تشیع نے اپنے مذہب کے شعائر میں شامل کر رکھی ہیں اور اسی سے وہ مذہب زندہ ہے۔ معصومیت ائمہ کے حوالے سے بھی ان کا جو تصور ہے' ہمارے اسلام کے اندر تو اب اس کا سوال ہی نہیں۔ ہمارے نزدیک معصومیت خاصۂ نبوت ہے اور جب نبوت ختم ہو گئی حضور ﷺ پر تو معصومیت بھی ختم ہو گئی۔

س: کسی نشست میں آپ نے فرمایا تھا کہ ایک بڑی جماعت قرآن پاک کو ترجمے کے ساتھ اور سمجھ کر پڑھنے سے روکتی ہے۔ اس سے ان کا مقصد کیا ہے جبکہ ایک آیت بھی آگے پہنچانے کا حکم ہمیں ملتا ہے؟

ج: اصل میں میں نے ایک پالیسی بنائی ہوئی ہے کہ میں تذکرہ تو کر دیتا ہوں لیکن نام لے کر کسی جماعت پر تنقید کو اچھا نہیں سمجھتا' لیکن بدقسمتی سے یہ معاملہ ایک مذہبی جماعت کا فی الواقع ہے۔ تاہم اس کی ایک دلیل بھی ہے کہ اگر آپ صرف ترجمے سے قرآن پڑھیں گے جبکہ عربی' آپ کو نہیں آتی' حدیث پر آپ کی نگاہ نہیں ہے تو واقعی بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں کہ جن میں آدمی کے غلط راستے پر پڑنے کا امکان ہوتا ہے۔ قرآن خود کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کے ذریعے سے بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے' بہت سوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اس لئے جب تک کہ آپ نے عربی زبان سیکھی نہ ہو' عربی قواعد سے واقف نہ ہوں' پھر یہ کہ احادیث پر بھی آپ کی نظر نہ ہو تو آپ کو قرآن مجید محض ترجمے کے ساتھ پڑھنے سے زیادہ فائدہ نہیں ہو گا' بلکہ نقصان کا بھی اندیشہ ہے۔ اس ضمن میں ہم تو پوری کوشش کر رہے ہیں کہ آپ عربی سیکھئے' کم از کم اتنی تو سیکھ لیں کہ ترجمہ آپ کو اپنے طور پر معلوم ہو اور صرف مترجم کے ذریعے سے آپ کے علم میں نہ آئے۔ آپ نے یقیناً صحیح حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''پہنچاؤ میری جانب سے خواہ ایک ہی آیت''۔ لیکن اس کا ظاہری مطلب نہیں لینا چاہئے۔ یہاں صرف ایک ہی آیت مراد نہیں ہے بلکہ یہ تو زور دینے کے لئے کہا گیا ہے۔ پورے قرآن مجید کا علم آپ کو ہونا چاہئے۔ تاہم صحیح علم کے پس منظر میں اگر ایک آیت بھی پہنچائی جائے تو وہ ایک بہت بڑی نیکی ہو گی۔

س: نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ زمانے کو برا مت کہو کیونکہ زمانہ خود خدا ہے۔ اس کا اصل مفہوم کیا ہے؟

ج: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم زمانے کی طرف منسوب کرتے ہو' درحقیقت وہ فعل اللہ کا ہے۔ اگر تم پر کوئی مصیبت آئی ہے تو اللہ کے اذن کے بغیر نہیں آئی۔ ایسا اللہ کی کسی حکمت کے تحت ہی ہوا ہے۔ تم اسے شر سمجھ رہے ہو جبکہ ہو سکتا ہے وہ تمہارے لئے کسی خیر کا باعث ہو۔ یہ زمانہ کچھ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا زمانے یا آسمان کو برا بھلا کہنا ٹھیک نہیں۔ جیسے کہا گیا کہ:

ہاں! اے فلک پیر جواں تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

یہ فلک پیر کس بلا کا نام ہے اور ستاروں کی گردش سے کیا ہوتا ہے! اس حوالے سے علامہ اقبال کا بڑا پیارا شعر ہے کہ:

ستارہ کیا میری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیٔ افلاک میں ہے خوار و زبوں

تو ان چیزوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو تم گردش زمانہ کا نام دیتے ہو وہ دراصل اللہ کے اذن سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کاموں کو زمانے کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

(مرتب: محمد خلیق)

گھریلو تشدد کے انسداد کا مسودۂ قانون

شکر میں لپٹی زہر کی گولی

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں بانی تنظیم اسلامی پاکستان محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے 14 نومبر 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

✿ پنجاب اسمبلی میں ایک مسودہ قانون پیش ہوا ہے جس کا عنوان بہت عمدہ ہے "گھریلو تشدد کے انسداد کا قانون"۔ اس کے مطابق گھروں میں شوہر اگر بیویوں پر تشدد کرتے ہیں یا والدین اپنی اولاد پر تشدد کرتے ہیں تو ایک ادارہ بنایا جانا چاہئے جو ان چیزوں کا سدباب کر سکے۔ جناب احسان اللہ وقاص' ایم پی اے نے مجھے اس بل کی اردو اور انگریزی کاپی ارسال کی اور بظاہر اس بل کی اچھی باتوں کے اندر جو زہر گھلا ہوا ہے' اس کی طرف توجہ دلائی۔ میں بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس پر بروقت تبصرہ ہونا چاہئے تاکہ ذمہ دار حضرات الفاظ سے دھوکا نہ کھا جائیں کہ عنوان تو خوشنما ہے جبکہ اسکے نتائج و اثرات بہت دور تک جاتے ہیں۔ یہ بل دراصل ڈاکٹر انجم امجد خاتون ایم پی اے نے پیش کیا ہے۔ انہوں نے بھی اس بل کے سلسلے میں مجھ سے ملاقات کی ہے اور یقین دلایا ہے کہ اگر اس بل میں کوئی خرابیاں ہیں' تو وہ انہیں دور کر دیں گی' یہاں تک کہ وہ بل واپس بھی لیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ باتیں بہت خوش آئند ہیں لیکن عموماً سیاسی میدان میں ایسی باتیں کہہ دی جاتی ہیں' ان پر عمل نہیں ہوتا۔ یہ تو وقت ثابت کرے گا کہ وہ اپنے الفاظ پر کتنا عمل کرتی ہیں۔

آج ہم اس بل کے انہی مضمرات اور خدشات پر بات کریں گے۔ جو اس بل کے الفاظ میں پوشیدہ ہیں۔ تاہم اس بات کو سمجھنے کے لئے پہلے اس کے کچھ پس منظر سے واقفیت ضروری ہے کہ اصل مسئلہ کیا ہے جو حقیقت میں نظروں سے اوجھل ہے دراصل اس وقت دنیا پر ایک عالمگیر تہذیب مسلط ہے جو دجالی تہذیب ہے۔ یہ تہذیب مذہب و اخلاق کی تمام اقدار کو ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس تہذیب کے پیچھے اصلاً یہودی کارفرما ہیں' جو اس زمین پر انسانوں میں سے شیطان لعین کے سب سے بڑے ایجنٹ ہیں۔ وہ پوری انسانیت کو تباہ کر کے حیوان بنا دینا چاہتے ہیں تاکہ ان حیوانوں کی محنت کا بڑا حصہ خود ہڑپ کر سکیں۔

اس عالمگیر دجالی تہذیب کے تسلط کے لئے گزشتہ تین صدیوں کے دوران یہود نے دو بہت بڑی کامیابیاں حاصل کیں' جبکہ گزشتہ صدی کے آخر میں انہوں نے انسانیت پر تیسرا اور آخری حملہ کیا ہے۔

اس تہذیب کی پہلی کامیابی یہ تھی کہ یہود نے دنیا میں لبرل ازم کی تحریک چلا کر سیکولرازم کو رائج کروا دیا۔ سیکولرازم کا مطلب ہے کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے۔ ہر شخص کو اجازت ہونی چاہئے کہ وہ اپنی انفرادی زندگی میں جو چاہے 'مذہب' اور رسومات اختیار کرے۔ لیکن اجتماعی زندگی یعنی معاشی' معاشرتی اور سیاسی نظام میں کسی مذہب' آسمانی ہدایت یا شریعت کا کوئی عمل دخل نہ ہوگا۔ گویا انسان کی اجتماعی زندگی سے اللہ' خدا' مہادیو یا God کو بے دخل کر دیا گیا۔ یہ اصول آج پوری دنیا میں مسلّم ہے۔ اللہ کے خلاف اتنی بڑی بغاوت پوری انسانی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی۔ پہلے زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ ایک بڑے خدا کے ساتھ چھوٹے خداؤں کو بھی مان لیا جاتا تھا۔ لیکن خدا کا انکار کبھی نہیں کیا گیا۔

یہود نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے دوسری بڑی کامیابی یہ حاصل کی کہ سود کو جائز قرار دلوا کر بینکنگ کا نظام ایجاد کیا جو سودی نظام کی بنیاد ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سٹاک ایکسچینج کے نظام کی صورت میں جوئے کو متعارف کرایا اور یوں سود اور جوئے کے ذریعے پوری دنیا کی معیشت کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے

این بنوک این فکر چالاک یہود
نور حق از سینۂ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد این نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

یعنی بینکنگ کا نظام یہود کی عیارانہ ذہنیت کی پیداوار ہے' جس کا مقصد انسانوں کے سینوں سے اللہ کی محبت کو ختم کر دینا ہے۔ بینکنگ کا یہ نظام ایسا ہے کہ اس کی اصلاح ممکن ہی نہیں چنانچہ جب تک اس نظام کو جڑ سے نہ اکھاڑ پھینکا جائے کوئی خیر دنیا میں نہیں آ سکتی۔

بہرحال اس میں بھی یہود پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ آج سودی نظام کے بغیر معاشی نظام کا کوئی تصور دنیا میں نہیں ہے۔ ورلڈ بنک' آئی ایم ایف' ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن اور ٹرپس جیسے اداروں کے معاہدوں کے ذریعے پوری دنیا کی معیشت پر آج یہود کا کنٹرول ہے۔

چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا میں ایک بہت بڑی تبدیلی واقع ہو جائے گی' یعنی ترقی پذیر ممالک کی معیشت تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے کہ وہ باہر سے آنے والی اشیاء پر کوئی ٹیکس نہیں لگا سکیں گے۔ چنانچہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اشیاء مقامی طور پر پیدا ہونے والی چیزوں کے مقابلے میں سستی ہو جائیں گی اور یوں ان ممالک میں لوکل انڈسٹری کا جنازہ نکل جائے گا۔ اس کے خلاف اگر ردعمل ہو رہا ہے تو وہ بھی مغربی دنیا میں ہو رہا ہے۔ لیکن جن پر تباہی مسلط ہونے والی ہے وہ ابھی اس سے باخبر ہی نہیں۔

بہرحال ان دو فتوحات کے بعد انسان کو انسانیت سے بے بہرہ کرنے کے لئے یہود کا تیسرا اور آخری حملہ یہ ہے کہ عفت و عصمت' چادر چار دیواری اور خاندانی نظام کو تباہ کر کے انسان کو مکمل طور پر حیوانیت کی سطح پر لے آیا جائے۔

جیسا کہ مغرب میں وہ پہلے ہی بے حیائی کے فروغ کے ذریعے شرم و حیا کے جذبات کو ختم کر چکے ہیں۔ چنانچہ آج مغرب کا حال یہ ہے کہ وہاں خاندانی نظام ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اولاد کے دل میں والدین کے لئے کوئی ہمدردی موجود نہیں اور والدین اپنی اولاد کی پرورش کے لئے کوئی قربانی دینے کو تیار نہیں۔ اسی طرح

جنسی بے راہ روی کا حال یہ ہے کہ ماں، بہن، بیٹی کی تمیز ختم ہوگئی ہے۔ شادی کے بندھن کو بوجھ خیال کیا جاتا ہے جیسا کہ جانوروں میں ہے کہ وہ اپنی شہوت پوری کرنے کے لئے رشتوں کی تمیز سے آشنا نہیں ہوتے۔

اسی طرح آج امریکہ میں ذہنی امراض کا سب سے بڑا سبب جنسی جذبے کی تسکین کے لئے محرم کی تمیز کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ انسانی ضمیر کچوکے لگاتا ہے اور پھر وہ لوگ ذہنی مریض بن جاتے ہیں۔ 1897ء میں یہودیوں نے اپنے ''پروٹوکول'' یعنی کچھ اصول مرتب کئے تھے۔ جس کے پیرا نمبر 22 کے مطابق اس آخری مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے اپنے طریقہ کار کی وضاحت یوں کی ہے:

''کثرت شراب نوشی سے مختلف دماغوں والے شیطانی حیوانوں سے ہوشیار رہو، جنہیں آزادی نے اس نوبت (یعنی شراب نوشی) تک پہنچایا ہے ہمارا طریق زندگی نہیں ہے۔ شراب نوشی یا نشہ بازی غیر یہود کے لئے ہے۔ ان کے نوجوانوں کی اخلاقی باختگی اور معاشرتی زوال کی انتہا ہے جہاں ہمارے مخصوص کارندے اور غیر یہود کے صاحب ثروت گھرانوں کی آیائیں انہیں پہنچاتی ہیں۔ ان کے ٹیوٹر ہمارے خدمت گار ہمارا یہ کام سرانجام دیتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر غیر یہود کی غیر اخلاقی مجالس میں ہماری عورتیں یہ خدمت سرانجام دیتی ہیں جو سوسائٹی گرلز کے نام سے معروف ہیں، جن کا کام ہی بدکاری اور فحاشی پھیلانا ہے۔''

یہ ہے یہود کی عیارانہ ذہنیت اور طریقہ کار۔ وہ اپنی عورتوں کے ذریعے دنیا کے ذہین اور بڑے لوگوں کو سیکس سکینڈلز میں پھانس کر انہیں بلیک میل کرتے ہیں اور پھر اپنی باتیں منواتے ہیں۔

بہرحال اس دجالی تہذیب کے ایجنڈے کے تیسرے اور آخری وار کا رُخ عالم انسانیت بالخصوص عالم اسلام کی طرف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عالم اسلام میں اخلاقی قدریں اب بھی کچھ موجود ہیں۔ وہاں خاندانی نظام ابھی کسی درجے میں موجود ہے۔ اولاد والدین کا ادب کرتی ہے۔ خدمت بھی کرتی ہے۔ لہٰذا وہ اس چادر چار دیواری اور خاندانی نظام کو ختم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس کے خاتمے کے بغیر انہیں اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

سموئیل پی ہنٹنگٹن نے یہی بات کہی تھی کہ آج مغرب تہذیب کو صرف دو تہذیبوں سے خطرہ ہے ایک اسلامی تہذیب سے اور چائنہ کی کنفیوشس تہذیب سے۔ چنانچہ اس نے ان تہذیبوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مشورہ دیا تھا کہ چائنہ کو مسلم ممالک سے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ دوسرے مسلمانوں میں فرقہ وارانہ مذہبی اختلافات کو ہوا دی جائے، تب ہم ان تہذیبوں کا مقابلہ کرسکیں گے۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ یہود نے اپنے اس آخری مقصد یعنی خاندانی نظام کی تباہی کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا۔ انہوں نے اس کام کے لئے جو پروگرام بنایا اسے سوشل انجینئرنگ کا نام دیا گیا ہے۔ اس سلسلے کی پہلی کانفرنس 1994ء میں قاہرہ (مسلم ملک کے شہر) میں ہوئی۔ دوسری کانفرنس 1995ء میں بیجنگ (چائنہ کے شہر) میں ہوئی۔ تیسری کانفرنس 2000ء میں بیجنگ پلس فائیو کے نام سے نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے طور پر ہوئی۔ اس کانفرنس میں جو فیصلے کئے گئے وہ ذرا ملاحظہ ہوں۔

(1) **Homo sexuality** کو عام کرنا، اس کو معمول کا تعلق قرار دیا جائے۔

(2) **Homo sexual marraiges** کو نارمل قانونی قرار دیا جائے۔

(3) عورتیں خانہ داری کے کام سے انکار کرسکتی ہیں یا اجرت طلب کرسکتی ہیں۔

(4) عورت حمل اور وضع حمل سے انکار کرسکتی ہے یا اجرت طلب کرسکتی ہے۔

(5) اگر کبھی شوہر بیوی سے ہمبستری کرنا چاہے اور بیوی نہ چاہے تو یہ زنا بالجبر کہلائے گا اور مرد کو سزا ملے گی۔

(6) جسم فروشی کو ایک معزز پیشہ تسلیم کیا جائے اور انہیں جنسی مزدور کہا جائے۔

(7) مرد و زن کے درمیان وراثت اور طلاق میں کامل مساوات ہونی چاہئے۔

یہ پروگرام آج پوری دنیا میں چل رہا ہے۔ اس پروگرام کی راہ ہموار کرنے کے لئے میڈیا نوجوان نسل کو بے راہ روی پر ڈال رہا ہے یہود کا دیا ہوا نظام تعلیم بھی نئی نسل کی طرف لے کر جارہا ہے۔ اسی طرح نئی نسل کی تباہی و بربادی کے لئے امریکہ میں قانون ہے کہ اگر والدین نے بچے کو ڈانٹ دیا تو وہ فون کرے گا اور پولیس اسے ساتھ لے جائے گی۔ اس کا خرچہ آپ دیں گے اور مقدمہ کا سامنا بھی کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ نئی نسل کو سیدھے راستے پر رکھنے کی کوشش ہورہی ہو تو اس کا دروازہ بند کردیا جائے۔

اس پس منظر میں اگر دیکھا جائے تو گھریلو تشدد کے انسداد کے لیے اسمبلی میں پیش کیا جانے والا بل اگر نیک نیتی پر بھی مبنی ہو تو یہ یہود کے سوشل انجینئرنگ پروگرام کو آگے بڑھانے میں ممد و معاون ہوگا۔

گویا گھریلو تشدد کے انسداد کے قانون کا یہ بل شکر میں لپٹی ہوئی زہر کی گولی کی مانند ہے جس کا مطلب ہے کہ آپ اپنے بچوں کی اصلاح اور بہتری کے لیے انہیں سزا دے سکتے ہیں نہ ڈانٹ سکتے ہیں، بصورت دیگر آپ کو مقدمات کا سامنا کرنا ہوگا۔ اسی طرح اگر بیوی سے جھگڑا ہوجائے تو پولیس مداخلت کرسکتی ہے اور گھر میں ایک پروٹیکشن آفیسر بٹھادیا جائے گا جو چادر اور چار دیواری میں مداخلت اور گھریلو نظام کو تباہ و برباد کرنے کے مترادف ہے۔ اس ضمن میں اسلام کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ مرد اپنے خاندان کا سربراہ جبکہ عورت اس کے تابع ہے۔ اسلام مرد کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ برائی سے روکنے کے لیے اپنے بیوی بچوں کو مناسب حد تک سزا دے سکتا ہے تاکہ وہ اس برائی کے ارتکاب سے بچے رہیں۔ ہمارے ہاں میاں بیوی میں ناچاقی کی صورت میں فریقین کی جانب سے ثالث مقرر کرکے مصالحت و مفاہمت کی راہ ہموار کی جاتی ہے۔ جہاں تک خواتین پر اور بچوں پر مجرمانہ اور ظالمانہ تشدد کا تعلق ہے اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا، لیکن توجہ طلب امر یہ ہے کہ اس کے انسداد لیے تو قوانین اور سزائیں پہلے ہی ہمارے ملک میں موجود ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی تنفیذ کے لیے انتظامی مشینری اور عدالتی نظام کی اصلاح کی جائے۔ اس کے بغیر کتنا ہی اچھا قانون بنا لیا جائے رشوت اور عدالتی نظام کی خرابی کے باعث وہ بھی غیر موثر ہوکر رہ جائے گا۔ چونکہ خاندانی نظام کی تباہی دجالی تہذیب کا آخری وار ہے۔ لہٰذا اس قسم کا کوئی بل پاس کرنے سے پہلے یہ غور کرلینا چاہئے کہ اس کے ذریعے کہیں یہود کے عزائم کی تکمیل کی راہ تو ہموار نہیں کی جارہی۔ تہذیبوں کی جنگ کے اس دور میں ان معاملات پر سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے لیکن افسوس کہ ہماری دینی جماعتیں اس دجالی تہذیب کا راستہ روکنے اور دین کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے کے بجائے ایل ایف او اور دوسرے چھوٹے مسائل میں الجھی ہوئی ہیں۔

امریکی دانشور سیموئیل ہنٹنگٹن نے یہی بات کہی تھی کہ آج مغربی تہذیب کو خطرہ صرف اسلامی تہذیب سے اور چین کی کنفیوشس تہذیب سے ہے

جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ہم ان کو اپنا راستہ بتائیں گے۔ (القرآن)

تحفۂ خاص

عیدالفطر

مسلمانوں کا عظیم الشان تہوار

تسنیم احمد

دنیا کے تمام مذاہب سال کے ایک دو ایام کو اپنے ماننے والوں کے لئے خوشی کے تہوار قرار دیتے ہیں۔ اسلام سے قبل اہل مکہ بھی حج سے فارغ ہو کر تہوار مناتے تھے۔ عکاظ کا بازار پورے عرب کا ایک عظیم الشان ثقافتی و معاشی میلہ ہوتا جس میں خرید و فروخت کے علاوہ کھیلوں کے مقابلے' مشاعرے' جنگی فنون کی نمائش' جوئے اور شراب کی محفلیں اور خوشی کے اظہار کے دیگر دسیوں قومی طریقے رائج تھے۔ ان تقریبات کی ایک خصوصیت یہ ہوتی کہ لوگ اس میں اپنی اور اپنے قبیلے کی بڑائی اور بزرگی پر مشتمل بڑھ چڑھ کر اشعار پڑھتے اور یہی فخر و مباہات ان کے تہوار کی اصل روح ہوتی جس سے وہ حظ اٹھاتے تھے۔

یثرب (مدینہ) کے لوگ بھی ہر سال دو تہوار مناتے تھے۔ سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں: ''ہم اہل مدینہ اسلام سے قبل دو دن قومی تہوار کے طور پر مناتے ہیں جن میں خوشی کا اظہار کرتے اور کھیل تماشوں میں حصہ لیتے۔'' اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو روز (قومی و مذہبی تہواروں کے لئے) مقرر فرما دیئے ہیں یعنی یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر۔ اسی طرح اختتامِ رمضان کے بعد شوال کی پہلی تاریخ کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ''ہر قوم کے لئے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ کتاب' قرآن مجید میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اصل مقصد اہل ایمان میں اللہ کا خوف اور پرہیزگاری بتایا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ''روزوں کی گنتی پوری کرو' اس کی بڑائی کا اعلان کرو اور اس کا شکر ادا کرو' شاید تم اس طرح ہدایت پا سکو۔'' یوں اختتامِ رمضان اہل ایمان کے لئے مالک کی بندگی و عبادت میں انتہائی سرگرمی سے معروف رہنے پر مالک کی کبریائی اور حمد کے نغمے الاپنے کا دن ہے۔ **اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد.** (اللہ بڑا ہے' اللہ بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کی بڑائی تسلیم کی جائے' حکم مانا جائے) اللہ بزرگ و برتر ہے اسی کے لئے تعریفیں ہیں اور اسی کے لئے سارے شکر روا ہیں''

اہل ایمان کی زندگیوں کا مقصد ہی اللہ کی بندگی کرنا ہے اور اس کی بڑائی بیان کرنے' شکر بجالانے اور اس کی تعریف کرنے کا عظیم دن ان کا ''قومی تہوار'' ہے۔ یہ مالک کے ساتھ تجدید عہد وفا کا دن ہے۔ یہ رمضان کی مبارک ساعتوں میں عبادت و ریاضت کی عادت کو سارا سال برقرار رکھنے کے عہد کا دن ہے۔ یہ اللہ کے فرمانبردار بندوں کی طرح خوش ہونے' دوسروں کو خوشیوں میں شریک کرنے اور ہر جائز انداز سے خوشیاں منانے کا دن ہے!!

تقریبات عید کا آغاز چاند دیکھ کر کیجئے' بالکل اسی طرح جیسے ماہ گزشتہ آپ نے استقبال رمضان کیا تھا۔ چاند دیکھنے کا خصوصی اہتمام کریں' یہ اپنے رب پر اعتماد و بھروسہ کا عظیم مظہر ہے۔ وہ چاہے گا تو کل عید ہوگی وہ نہ چاہے گا تو نہ ہوگی۔ ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ چاند دیکھ کر بے اختیار یہ دعا پڑھیں **اللّٰھم اھلہ علینا بالامن والسلامتہ والاسلام ربی وربک اللہ**" یا اللہ! ہم پر اس چاند کو امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ نکال' اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔'' سورج ہو یا چاند سب ہی اللہ کے مطیع و فرمانبردار ہیں' اسی کے حکم سے طلوع ہوتے ہیں اور اسی کے حکم سے چھپتے ہیں۔ عقل والوں کے لئے ان میں اپنے خالق اور مالک کو پہچاننے کے سلسلے میں بڑی نشانیاں ہیں۔

شوال کا چاند ہو جانے پر رمضان کی مبارک ساعتیں تمام ہوئیں' اگلا دن رب کے حضور شکر بجالانے اور خوشی کا دن ہے۔ یقین فرما لیجئے کہ آپ نے صدقہ فطر ادا کر دیا ہے۔ رسول اللہؐ نے اہل ایمان میں سے ہر آزاد اور غلام چھوٹے اور بڑے' عورت اور مرد کو صلوٰۃ العید سے قبل صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپؐ کے فرمان کے مطابق صدقہ فطر روزے کی حالت میں ہونے والی کوتاہیوں کی معافی اور مساکین کی اعانت کا ذریعہ ہے۔ رضائے الٰہی کے لئے آپ کا یہ تحفہ ناداروں کو آپ کی طرح عید کی خوشیوں میں شریک ہونے کا موقع عطا کرے گا۔

معاشرے میں جب سب خوش ہوں گے' تب ہی خوشیوں کا لطف آئے گا۔ جو شخص جس معیار کا آٹا اپنے گھر میں استعمال کرتا ہے' ویسے ہی آٹے کی پونے دو کلو کی قیمت ایک فرد کی جانب سے فطرانے کی مقدار ہے۔ گھر کے تمام مومن افراد کی جانب سے یہ نماز عید سے قبل ادا ہو جانا چاہئے۔ یہ ضرورت مندوں کو اجناس کی شکل میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ عید کی تیاریوں میں صبح اچھی طرح غسل کرنا' دانتوں کی صفائی' عیدگاہ جانے سے قبل کچھ کھانا' پاک و صاف لباس پہننا' مسنون امور ہیں۔

گھر میں جو بھی میسر ہو' کھا کر جائیں۔ رسول اللہؐ طاق تعداد میں کھجوریں تناول فرماتے تھے۔ حسب استطاعت اچھا لباس پہنیں' میانہ روی بہرحال اچھی چیز ہے' یہ لباس تفاخر اور تکبر کا اظہار نہ ہوں آپ کے اور آپ کے بچوں کے بہت عمدہ اور قیمتی لباس آپ کے قریبی اعزہ و اقربا اور پڑوسیوں میں اگر احساس محرومی پیدا کرتے ہیں تو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

عیدالفطر کی صلوٰۃ نبیؐ اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج بقدر دو نیزے بلند ہو جاتا تھا چنانچہ کوشش کرنی چاہئے کہ اول وقت میں صلوٰۃ ادا کی جائے' تاہم بہت دور سے آنے والے کی آسانی کیلئے کچھ تاخیر کی جا سکتی ہے۔ صلوٰۃ کی ادائی کھلے میدان میں بہتر ہے' تاہم کسی عذر کے باعث مسجد میں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ خواتین بھی صلوٰۃ العید میں شریک ہوں۔ نبی ﷺ خواتین سے عید کے روز خصوصی خطاب فرماتے تھے۔

عیدگاہ جاتے ہوئے وقار کے ساتھ بآواز بلند تکبیر کہتے جایئے' **اللّٰہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد**"......عیدگاہ جانے کے لئے جو راستہ اختیار کریں واپس دوسرے راستے سے آیئے' یہی نبی کریمؐ کی سنت ہے۔ اس طرح اسلام کی اجتماعیت اور شوکت کا زیادہ پُرشکوہ اظہار ہوتا ہے اور بستی کے تمام گلی کوچے مومن بندوں کی تکبیر اور تحمید سے گونج اٹھتے ہیں۔ صلوٰۃ العید بہت ہی اہمیت کی حامل ہے اس کا علم ہر مومن کو ہونا چاہئے اور سبقت کر کے وقت پر عیدگاہ پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اسلام کے اجتماعی نظام میں اس کی بے حد اہمیت ہے' اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس کے لئے اذان پکارے بغیر ہی تمام آبادی کا جمع ہو جانا اس امت میں سنت

متواتر ہے۔ کسی کی صلوٰۃ العید کا فوت ہونا اس کے لئے بہت ہی نقصان بلکہ کم نصیبی کی بات ہے۔

صحیح اور مسنون طریقے کے مطابق دوگانہ صلوٰۃ الفطر میں بارہ تکبیریں زائد ہیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا ''عیدالفطر کی پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں اور ان کے بعد دو رکعتوں میں (سورہ فاتحہ کی) قراءت ہے۔'' عیدین اور جمعہ کی صلوٰۃ میں "سبح اسم ربک المجید". "اقتربت الساعة" اور ''سورہ قمر'' کی تلاوت بھی مسنون ہے۔

صلوٰۃ العید کے بعد سکون اور توجہ سے خطبہ سنیں۔ عید کے دن مسلم بھائی سے ملاقات ہو تو کہیں "تقبل للّٰہ منا ومنک. یعنی ''اللہ میرے اور تمہارے روزوں کو قبول فرمائے!''

رمضان کے روزوں کی اصل غرض و غایت اہل ایمان میں تقویٰ کی آب یاری ہے۔ آپ کی عید اسی وقت اصلی عید قرار پائے گی جب اس رمضان کے بعد آپ پہلے سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے بن جائیں۔ اگر رمضان ختم ہوتے ہی رات بھر عید کی تیاریاں دوسرے صلوٰۃ الفجر کے لئے آپ کو نہ اٹھنے دیں اور عید کی مصروفیات میں ظہر' عصر وقت پر ادا نہ ہوں' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان سے آپ نے کوئی فیض نہیں اٹھایا۔

بے ہودہ فلموں' موسیقی' گانوں اور فضول خرچی سے بچئے۔ اللہ نہ کرے' اللہ نہ کرے اگر آپ کا روز عید دین پر چلنے کے بجائے ٹی وی اور کیبل کی نشریات دیکھنے اور سننے کی نذر ہو گیا' تو پھر خواہ آپ نے کتنے ہی روزے رکھے ہوں' عید کے کتنے ہی شاندار کپڑے سلوائے ہوں اور گھر کو خوب سجایا ہو یہ روز خوشی کا نہیں ماتم کا ہے۔

جب آپ عید منائیں تو یہ ہرگز نہ بھولیں کہ آج اسلام اور اسلام کے ماننے والے کس غربت و کسمپرسی کا شکار ہیں۔ اللہ کو چھوڑ کر اہل کتاب کی طرح انہوں نے اپنے بندوں میں سے کچھ کو مشکل کشا' داتا اور دستگیر بنالیا ہے۔ وہ نیکی اور تقویٰ کی شاہراہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارتے ہیں اور ان کا دین جھوٹی خواہشات' اوہام اور فضول رسوم کا ملغوبہ بن گیا ہے۔

شرک اور اللہ سے بے وفائی و ناشکری کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں جہاں بھی یہ مسلمان آباد ہیں' ذلت اور رسوائی اور کسمپرسی کا شکار ہیں۔ آج عراق میں ان برادرانِ اسلام کی سر بریدہ لاشوں کو دیکھئے کہ انہیں کس جرم میں کس نے ذبح کیا ہے؟ کشمیر سے فلسطین تک اور عراق سے لیبیا تک اس زخم زخم اور زار زار' حال سے بے حال قوم کو اپنی عید کی مسرتوں میں نہ بھول جایئے...... اے عید کی خوشیاں ماننے والو! تمہیں کچھ تو دکھ کا احساس ہو' کچھ تو حالات بدلنے کا عزم کرو۔ (بشکریہ اردو ڈائجسٹ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف و محاسن

(صفۃ الصفوہ : علامہ ابن جوزی)

ایک موقع پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفیق قدیم ضرار بن ضمرہ سے (جنہیں ان کی صحبت سے فیض یاب ہونے اور انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا) حضرت علیؓ کے اوصاف و محاسن بیان کرنے کی فرمائش کی تو انہوں نے کہا:

''واللہ وہ بڑے بلند ہمت اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے' آپ کی بات قول فیصل اور آپ کا فیصلہ انصاف پر مبنی ہوتا' آپ کے ہر پہلو سے علم کا چشمہ ابلتا تھا' آپ کو دنیا اور اس کے زیب و زینت سے وحشت رہتی تھی' رات کی تنہائی اور تاریکی میں آپ بہت مانوس تھے' خدا کی قسم آپ بہت ہی رونے والے' طویل غور و فکر میں رہنے والے تھے' آپ اپنی ہتھیلی کو پلٹ کر اپنے آپ سے مخاطب ہوتے اور اپنا محاسبہ کرتے' آپ کو موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پھیکا کھانا پسند تھا' وہ ہم میں ہماری ہی طرح رہتے تھے' جب ہم کوئی بات پوچھتے تو بشاشت سے جواب دیتے اور جب ہم ان کے پاس آتے تو خیریت طلبی میں پہل کرتے' آپ ہماری دعوت پر ہمارے یہاں تشریف لاتے لیکن ان کی شفقت اور اپنی نیاز مندی اور بے تکلفی کے باوجود ہم رعب کے مارے زیادہ گفتگو نہ کرتے اور گفتگو کا سلسلہ شروع کرتے' مسکراتے تو ان کے دانت موتیوں کی لڑی معلوم ہوتے' وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مسکینوں سے محبت رکھتے تھے' کوئی بااثر شخص ان سے کسی غلط کام کی امید بھی نہیں کر سکتا تھا' اور نہ کمزور آدمی ان کے عدل سے محروم و مایوس ہو سکتا تھا۔

میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انہیں کبھی کبھی اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ رات ڈھل چکی ہے' اور ستارے ڈوبنے لگے ہیں اور آپ اس وقت اپنی محراب میں اپنے محاسن شریف پکڑے ہوئے سانپ کاٹے ہوئے شخص کی طرح بے چین ہیں اور کسی غمزدہ کی طرح رو رہے ہیں' اور میں انہیں یہ کہتے سن رہا ہوں کہ:

''اے دنیا! کیا تو مجھے نشانہ بنانا چاہتی ہے اور میرے لئے بن سنور کر آئی ہے؟ دور ہو! دور ہو!! اور میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے' میں نے بغیر رجعت کے تجھے تین طلاقیں دیں' تیری عمر مختصر' تیرا عیش حقیر' اور تیرا خطرہ بہت بھاری ہے' آہ! زاد سفر کم! سفر لمبا' اور راستہ وحشت ناک ہے۔''

(حسن انتخاب : نعیم اختر عدنان)

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے قارئینِ ''ندائے خلافت'' کو

عید مبارک

اطلاع

عیدالفطر کی تعطیلات کے باعث پریس اور دفتری خانے بند رہیں گے' لہٰذا ''ندائے خلافت'' کا آئندہ شمارہ شائع نہ ہوگا۔

عراق کیا ویت نام بن رہا ہے؟

رفتہ رفتہ عراق میں امریکی افواج پر حملے بڑھ رہے ہیں لہٰذا ان کی پریشانی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ایک امریکی جرنیل کا دعویٰ ہے "یہ غیر ملکی گوریلوں کی کارروائی ہے۔" دوسرا کہتا ہے "سابق حکومت کے وفادار حملے کر رہے ہیں" ماہرین کے نزدیک امریکی عراق میں ایسے پھنسے ہیں کہ لامحالہ بے عزت ہو کر نکلیں گے۔ اگر انہوں نے جلد حالات پر قابو نہ پایا' تو وہ اسے ہڑپ کر جائیں گے اور آئندہ امریکی انتخابات میں صدر بش کو گھر کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔

صدر بش نے عراق کی "تعمیر و ترقی" کے نام پر کانگریس سے 87 ارب ڈالر مانگیں ہیں جس پر کئی سینیٹروں نے ناک بھوں چڑھائی ہے۔ ان میں 65.4 ارب ڈالر کی خطیر رقم فوجی ساز و سامان اور عراق میں مقیم ڈیڑھ لاکھ امریکی فوج کے اخراجات پر صرف ہوگی جبکہ صرف 20.3 ارب ڈالر "تعمیر و ترقی" کے لئے رکھے گئے ہیں۔ سونے پہ سہاگہ زیادہ تر رقم امریکی کمپنیوں کے ہاتھوں میں جائے گی۔ جن کے کاموں کی لاگت عراقی یا دیگر غیر ملکی کمپنیوں کے مقابلے میں تقریباً دوگنی ہے..... جو چاہے حسنِ کرشمہ ساز کرے۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ عراق و افغانستان کی "ترقی" کے واسطے جن ستر امریکی کمپنیوں کو ٹھیکے ملے ہیں ان میں بیشتر کا تعلق صدر بش یا حکمران جماعت کے رہنماؤں سے ہے۔ کمپنیوں کے مالکوں نے اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے حکومت سے اربوں ڈالر کے ٹھیکے لے لئے اور دوسری امریکی کمپنیاں منہ دیکھتی رہ گئیں۔ ان کا کہنا ہے "ہمارے خیال میں یہاں عوام کے لئے عوام کی ہی حکومت ہے' ان چند کمپنیوں کی نہیں جو جمہوریت کی ٹھیکیدار بنی بیٹھی ہیں۔" یاد رہے کہ پچھلے چند برسوں میں ان ہی ستر کمپنیوں نے صدر بش کی انتخابی مہم میں کروڑوں ڈالر کا چندہ دیا ہے۔ کیلوگ' براؤن اینڈ روٹ کمپنی کو سب سے زیادہ ٹھیکے ملے ہیں۔ نائب صدر ڈک چینی حکومت میں آنے سے قبل اس کے نائب صدر تھے۔ اسی طرح دوسری بڑی کمپنی بچل گروپ کا مالک صدر بش کی ایکسپورٹ کونسل کا رکن ہے۔ دیگر کمپنیوں میں بھی ایسی ہی گنگا بہہ رہی ہے۔

عراق میں اس وقت بوکھلائے امریکی یہ معلوم کر رہے ہیں کہ حملوں کے پیچھے کون ہیں؟ یہ زیادہ تر سنی علاقوں میں ہوئے ہیں۔ فہرست میں سب سے اوپر سابق حکومت کی بعث پارٹی' انٹیلی جنس اور فدائین ملیشیا کے ارکان ہیں جو زیر زمین موجود ہیں۔ خیال ہے کہ انہیں صدام حسین کے وفادار اور انقلابی کمانڈ کونسل کے نائب صدر الدوری سے ہدایات ملتی ہیں۔ دوسرے نمبر پر تنظیم "انصار الاسلام" ہے جس کے مجاہدین نے کئی بم دھماکے کئے ہیں۔ تیسرے نمبر پر چھوٹے گروہ ہیں جنہیں مقامی قبائل کی سرپرستی حاصل ہے اور وہ غاصب کو پنپتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ چوتھے نمبر پر شیعہ تنظیم "سپاہ المہدی" ہے جس کے سربراہ الصدر امریکہ کے مخالف ہیں۔ پانچویں نمبر پر غیر ملکی مجاہدین (اردنی' شامی' سعودی' چیچن وغیرہ) ہیں جن کا تعلق القاعدہ سے ہے۔ یہ شام اور ایران کے دور دراز علاقوں سے عراق میں داخل ہوتے ہیں۔

اسرائیل۔۔۔امن کا سب سے بڑا قاتل

برسلز کمیشن سے وابستہ ایک ادارے' یورو بیرومیٹر نے حال ہی میں عالمی امن کے سلسلے میں ایک رائے شماری کروائی جس میں مختلف یورپی ممالک کے ہزاروں لوگوں نے حصہ لیا۔ خاتمے کے بعد انکشاف ہوا کہ 59 فیصد یورپی اسرائیل کو عالمی امن کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں۔ دوسرے ممالک میں امریکہ' کیوبا اور ایران (54 فیصد)' عراق (52 فیصد) اور افغانستان (50 فیصد) شامل ہیں۔

ممالک کے حساب سے ہالینڈ کے باشندے سب سے زیادہ اسرائیل سے خائف ہیں۔ 74 فیصد ولندیزی اسے امن کا قاتل سمجھتے ہیں جبکہ اطالوی سب سے کم (48 فیصد) خوفزدہ ہیں۔ 88 فیصد یونانیوں کا خیال ہے کہ امریکہ عالمی امن کو تباہ کرنے میں پیش پیش ہے جبکہ اطالوی سب سے کم (43 فیصد) امریکیوں سے خائف ہیں۔

اسرائیل نے اس رائے شماری کے نتیجہ پر زبردست احتجاج کیا ہے۔ گو یورپی یونین کے ترجمان کا کہنا ہے کہ اس سے حکومتی سطح پر تعلقات میں کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر یہ نتیجہ اس امر کا ٹھوس ثبوت ہے کہ یورپیوں کا نقطہ نظر تبدیل ہو چکا ہے۔ دوسری طرف اسرائیلیوں کو احساس ہوا ہے کہ صرف امریکہ ہی ان کا با اعتماد ساتھی ہے۔ یاد رہے کہ ہر سال امریکہ اپنے دوست کو فوجی اور معاشی امداد کی مد میں تین ارب ڈالر دیتا ہے اور اسرائیل اس کی چھتری تلے رہنے کے باعث عرب علاقوں کا غنڈہ بنا ہوا ہے۔

مسلمان طلباء کی امریکہ سے بے زاری

جب سے امریکہ نے اسلام کے خلاف واویلا مچانا شروع کیا ہے تب سے مسلمان طلباء نے امریکی یونیورسٹیوں کو دھتا بتا دیا ہے۔ اس میں امریکی پابندیوں کا بھی کچھ ہاتھ ہے مگر یہ احساس زیادہ راسخ ہے کہ امریکی انہیں اپنے ملک میں نہیں دیکھنا چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب' کویت' متحدہ عرب امارات اور دیگر اسلامی ممالک کے طلباء اب ایشیائی یا یورپی جامعات کا رخ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف بھارت' چین اور جنوبی کوریا سے آنے والے طلباء کی تعداد بڑھی ہے۔ اس سال صرف بھارت سے پچھلے سال کے مقابلے میں بارہ فیصد زیادہ طلباء امریکہ گئے جن کی کل تعداد تقریباً 75 ہزار ہے۔

افغانستان۔۔۔طالبان کے بعد

طالبان نے اپنے دورِ حکومت میں افیون کی کاشت تقریباً ختم کروا دی تھی مگر ان کے جاتے ہی یہ زہر دوبارہ پھیلنے لگا اور اب اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق عالمی سطح پر 77 فیصد افیون افغانستان میں پیدا ہو رہی ہے۔ یہ کاروبار مقامی قبائلی سرداروں کے ہاتھوں میں ہے جو بڑی تیزی سے ریاست کے اندر اپنی ریاستیں بنا رہے ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو افغانستان میں امن کا سورج شاید کبھی طلوع نہ ہو۔

افغانستان میں اس برس 80 ہزار ایکڑ رقبے پر افیون کاشت کی گئی اور ڈوڈوں سے 36 سو ٹن افیون بنی۔ اب بتیس میں سے اٹھائیس صوبوں میں افیون کاشت ہوتی ہے اور کھیتوں کے مالک اور افیون کے تاجر سالانہ 2.3 ارب ڈالر کماتے ہیں۔ جو افغانستان کی قانونی سالانہ آمدنی (4.4 ارب ڈالر) کا آدھا حصہ ہے۔

یاد رہے کہ یورپ کی گلیوں میں بکنے والے 90 فیصد ہیروئن افغانی افیون سے بنتی ہے۔ افغانستان سے مغربی یورپ تک منشیات کے سوداگروں نے ایسا تجارتی جال بچھا رکھا ہے' جس کا سالانہ "ٹرن اوور" تیس ارب ڈالر ہے اور اس سے پانچ لاکھ افراد وابستہ ہیں۔ افغانستان میں عام شہری کی سالانہ آمدنی سو ڈالر ہے مگر افیون کی کاشت سے وابستہ لوگ سالانہ چار ہزار ڈالر کماتے ہیں جن کی تعداد سترہ لاکھ ہے۔ افیون کی کاشت میں اضافے کا سبب نااہل افغان حکومت ہے۔ طالبان اور القاعدہ کے حالیہ حملوں نے اس کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ وزیر داخلہ علی احمد جلیلی کا دعویٰ ہے "یہ حملے اس لئے ہوتے ہیں کہ یہاں امریکہ کے لئے دوسرا محاذ کھل جائے۔ چھاپہ ماروں میں عرب' چینی' ازبک اور پاکستانی شامل ہیں۔ اس وقت شمالی مشرقی علاقوں میں گلبدین حکمت یار' مشرق میں القاعدہ اور جنوب میں طالبان امریکی فوجوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔"

سید قاسم محمود

سید احمد کی جماعت

باب "سید احمد شہید" کے سلسلے کی آخری قسط۔ آئندہ قسط کا عنوان ہے "1831 تا 1857"

"خادی خان ایک حد تک رقیبانہ جذبات کے ماتحت سید صاحب سے برگشتہ تھا' یعنی اسے یہ منظور نہ تھا کہ سید صاحب "خان زیدہ" کو اس سے بہتر سمجھیں اور اسے یہ بھی منظور نہ تھا کہ سید صاحب ہنڈ کو چھوڑ کر پنجتار کو مرکز بنائیں' اور اس طرح خادی خان کی بجائے فتح خان کو مرکزی حیثیت حاصل ہو جائے۔" (سوانح سید احمد شہید' از مہر)

بلاشبہ یہ باتیں بہت ہی معمولی اور دنیا داروں کی باتیں ہیں اور سید صاحب دنیا دار نہیں' دین دار تھے۔ لیکن ان معمولی باتوں کے دور رس نتائج سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ سید صاحب کسی کو اپنے کردار کی وجہ سے جتنا محبوب سمجھتے' انہیں حق حاصل تھا لیکن اس کی محبوبیت کو وجہ نزاع بننے کی مہلت نہ دینی چاہئے تھی یا اگر ایک مضبوط طاقت اپنے مخالف یا حریف کے پاس ان کے قیام کو برداشت نہ کر سکتی تھی' تو یہ کوئی ایسا مسئلہ نہ تھا کہ اسے بہ طریق احسن طے نہ کر لیا جاتا' جس کو دونوں فریق پسند کرتے اور دونوں شریک تحریک رہ سکتے۔ اس معمولی سے مسئلے پر بروقت غور نہ کیا گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ جو خادی خان تحریک کے لئے مفید ثابت ہو سکتا تھا' وہ مخالفت پر اتر آیا اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔

تمام احترام کے ساتھ اس سے بھی انکار نہیں کہ جب بھی نظام ملکی ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں لگا کہ جو احکام شریعت اسلامیہ کو کتابوں کے اوراق ہی پر دیکھنے کے عادی تھے اور سیاست وقت یا بہ الفاظ دیگر سوچ بچار یا طریقہ نفاذ احکام پر کبھی غور نہ کر سکے' ان کے ہاتھوں نظام ملک کبھی سنور نہ سکا' الٹا خراب ہوتا گیا۔ کسی سے یہ کہہ دینا کہ "تشریف لے جایئے" یا "میری آنکھوں سے دور ہو جایئے" کے مطالب میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن دونوں کے نفاذ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہر حکم کے نفاذ کے لئے تدبر و تدبیر کی ضرورت پیش آتی ہے اور سید صاحب کے رفقاء میں اس کی کمی تھی۔ مثال کے طور پر جب ایک قائد تحریک نے حکم دے دیا کہ اہل رسوم کی نماز جنازہ بھی جائز نہیں اور کسی صاحب علم یا جاہل نے اختلاف کیا اور غلط یا درست جواباً کسی کتاب کا حوالہ بھی دے دیا تو اس کا علاج یہ نہ ہونا چاہئے تھا کہ اسے اس وقت تک گھونسے مارے جاتے کہ جس وقت تک وہ دوبارہ کلمہ پڑھ کر اپنے تائب ہونے کا اعلان نہ کر دیتا۔ اثر و رسوخ حاصل ہونے کے بعد پھر جب قاضی یا محاسب وغیرہ مقرر کئے گئے تو وہ بھی وہی لوگ تھے جنہیں عملاً اپنے فرائض کی ادائیگی کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ ان کا اخلاص' ان کی نیت' ان کی دین داری سب مسلم' لیکن عدم تجربہ کاری نے ایسی صورت پیدا کر دی تھی کہ جو لوگ سکھوں اور بارک زئیوں کے مظالم سے تنگ آ کر اس تحریک میں شامل ہو چکے تھے' وہ خود ہی اپنے حکام کے مظالم سے تنگ آ کر مخالفت پر اتر آئے۔ بری رسومات کو روکنا لازمی اور ضروری تھا لیکن اس کے لئے ایسے ذرائع کی تلاش بھی ایسی ہی ضروری تھی کہ جس سے اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ اس کی ترغیب دوسرے طریقوں سے بھی دی جا سکتی تھی' نہ کہ یہ یک جنبش لب حکم دے دیا کہ اسقاط جائز نہیں یا اتنے دن کے اندر تم اپنی لڑکی کے نکاح یا رخصتی کا بندوبست کر دو۔

خادی خان جنگ میں مارا گیا تو اس کے مال و اسباب اور اہل و عیال پر قبضہ ہوا۔ خادی خان کو کتنا ہی بڑا مجرم یا گردن زدنی کیوں نہ قرار دیا جائے' اس کے بچوں اور مستورات کو قید و بند میں رکھنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ اور پھر اگر اس مسئلے پر قدرے عمیق نگاہ سے غور کر لیا جائے تو یہ حقیقت پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی کہ خادی خان کی اہلیہ کے قریبی رشتہ دار سید صاحب کے لشکر میں شامل اور تحریک کے لئے باعث تقویت تھے۔ لیکن علماء کی ضد آڑے آ رہی تھی' مستورات اور بچوں کو قید رکھنے میں فخر محسوس کیا جا رہا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طاقت ور شریک کار مقرب خان زیدہ اس معاملے کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے پھر بھی تحمل سے کام لیا' مقابلے پر نہ اترا اور روپوش ہو گیا۔ تو قطع نظر ان خدمات کے' جو وہ ادا کر چکا تھا یا کر سکتا تھا' اور اس امر سے چشم پوشی کرتے ہوئے کہ وہ اپنی بہن کو قید و بند میں دیکھنا برداشت نہ کر سکتا تھا' اور جنگ یا مخالفت کی بجائے اس نے منظر عام سے ہٹ جانے کا فیصلہ کیا' ان علمائے کرام نے اسے مفرور قرار دے دیا۔ اگر قدرے تدبر سے کام لیا جاتا' قیدیوں کو رہائی دی جاتی' زوجۂ خادی خان کو اس کے بھائی کے حوالے کر دیا جاتا تو ظاہر ہے نہ تو مقرب خان زیدہ کو روپوش ہونے کی ضرورت پیش آتی' نہ اس کا بھائی سلطان محمود خان باہر امداد کے لئے پہنچتا اور بہت ممکن تھا کہ اس کے بعد کے واقعات اس شکل میں وقوع پذیر نہ ہوتے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

ان سب کا حالات سے بارک زئیوں نے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے لوہے کو لوہے سے کاٹا۔ جب دیکھا کہ مجاہدین کی ہر حرکت کی پشت پر شریعت اسلامیہ اور علمائے کرام کھڑے نظر آتے ہیں تو انہوں نے بھی کسی حربے کو استعمال کیا۔ ہندوستانی علماء سے فتویٰ منگا کر جماعت مجاہدین کو شریعت اسلامیہ کا مخالف' نفس پرست' انگریز کا جاسوس وغیرہ ظاہر کرنے لگے۔ وہ لوگ جو پہلے ہی مجاہدین کے نظام جدید سے تنگ آ چکے تھے' ان فتوؤں کی آڑ لے کر مخالفت پر اتر آئے اور ہو سکتا ہے کہ کئی ایسے بھی ہوں گے جو ان فتوؤں پر ایمان لے آئے ہوں۔ حالات کچھ ہی ہوں' اس سے انکار مشکل ہے کہ علماء کے نام ہی سے مخالفت کو تقویت ملی جس کے نتیجے میں مجاہدین کا قتل عام ہوا' سید صاحب کو ناکامی ہوئی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جاری شدہ مسلمانوں کی ایک بہترین تحریک موت کے گھاٹ اتار دی گئی جو تدبر اور دور رس نگاہوں کے میسر آ جانے پر کامیاب و کامران ہو سکتی تھی۔

اللہ بخش یوسفی صاحب نے ناکامی کی جو وجوہات بیان کی ہیں' وہ بنیادی طور پر درست اور صحیح ہیں۔ یہی وجوہات ہیں جنہوں نے سید احمد شہید کی تحریک ہی کو نہیں بلکہ اس کے بعد کے آنے والے علماء کی تحریکوں کو بھی تمام قربانیوں کے باوجود ناکام بنایا۔

ان ناکامیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حالات اور فضا کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان علماء نے اپنے آپ کو تبدیل کرنے سے انکار کیا۔ انہوں نے نئی ابھرتی ہوئی طاقتوں اور طبقوں کا تعاون حاصل کرنے سے گریز کیا۔ انہوں نے اس برصغیر کے بسنے والے مختلف طبقات کے لوگوں کو سمجھنے سے انکار کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء اور ان کے تقدس کے باوجود زمانہ ان کے اوپر سے گزر گیا۔

سید احمد کی جماعت

سید احمد شہید کی اصلاحی کوششوں کی اہمیت اس لئے بہت زیادہ ہے کہ یہ کوششیں صرف آپ کی ذات تک محدود نہ تھیں بلکہ آپ کو نظم وانتظام کا بھی بڑا ملکہ تھا اور آپ ایسا نظام قائم کر گئے‘ جس سے آپ کے مقاصد کی تکمیل آپ کی شہادت کے بعد بھی ہوتی رہی۔ آپ کی ذات ایک سرچشمۂ فیض تھی‘ جس سے ہزاروں ندیاں جاری ہوئیں اور جن سے ملک کی کشتِ ایمان اب بھی سیراب ہو رہی ہے۔ مورخین نے آپ کے خلفاء اور اراکین جماعت کی بڑی طویل فہرست دی ہے۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری نے بطور تبرک فقط چند طلبہ کے نام درج کئے ہیں‘ جن کی تعداد چھیاسٹھ ہے۔

ان ناموں میں سے اہم ترین یہ ہیں:

1) مولوی عبدالحئی صاحب داماد شاہ عبدالعزیز صاحب

2) مولوی محمد اسماعیل شہید۔ صاحب ”تقویت الایمان“

3) مولوی عبدالغنی صاحب برادر خورد شاہ عبدالعزیز

4) مولوی محمد علی صاحب‘ رام پوری۔ پہلے حیدر آباد اور پھر مدراس بھیجے گئے‘ جہاں انہیں بڑی کامیابی ہوئی۔

5) مولوی ولایت علی صاحب عظیم آبادی

6) مفتی الٰہی بخش صاحب مترجم ”مثنوی مولانا روم“

7) مولوی عبداللہ غزنوی‘ جنہو نے امرتسر اور پنجاب کے دوسرے حصوں میں ارشاد و ہدایت کا کام کیا اور جن کے بعد ان کے خاندان نے اس کام کو جاری رکھا۔

8) شاہ نور محمد جھنجھانوی‘ جن کے مرید اور خلیفۂ خاص مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیو بند کے استاد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تھے۔

9) مولوی سید اولاد حسین قنوجی‘ جن کے فرزند ارجمند نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اسلامی مسائل پر سو سے زیادہ کتابیں لکھیں اور انیسویں صدی کے اخیر میں علوم اسلامی کی بڑی اشاعت کی۔

10) مولوی کرامت علی جون پوری‘ جنہوں نے بنگال میں اشاعتِ اسلام اور اصلاحِ رسوم کے سلسلے میں عظیم الشان کام سرانجام دیا۔

11) مولوی نصیر الدین دہلوی‘ جنہوں نے دہلی کی اکبر آبادی مسجد میں بیٹھ کر واقعۂ بالاکوٹ کے بعد کے حالات و واقعات پر غور کیا اور تحریک جہاد کو جاری رکھا۔ 1840ء میں بمقام ٹھٹھہ وفات پائی۔

ان سب بزرگوں کی اولادیں اور ان کے مریدوں کی اولادیں دنیا میں جہاں بھی ہیں‘ آج تک سید احمد شہید کی تحریک جہاد اپنے اپنے انداز میں اسی جوش و جذبے سے جاری رکھے ہوئے ہیں اور جو چراغ سید صاحب نے ولی اللٰہی تحریک کے چراغ سے روشن کیا تھا‘ وہ صدی ڈیڑھ صدی تک ٹمٹمانے کے بعد اب پھر اُسی آب و تاب سے جگمگانے لگا ہے۔

جاری ہے

تاریخ تحریکات احیائے اسلام

”ندائے خلافت“ میں یہ قسط وار سلسلہ 27 نومبر 2002ء میں جلد نمبر 11 کے شمارہ 46 سے شروع ہوا تھا‘ اب نومبر 2003ء کے آخری شمارے 43 تک‘ اس سلسلے کی 43 قسطیں شائع ہو چکی ہیں‘ جن کے مطالب کی سرسری فہرست درج ذیل ہے:

1- اسلام کی احیائی تحریکیں اور جدید دنیائے اسلام
2- احیائے وتجدید اسلام سے متعلق چند اصطلاحات
3- اُمت مسلمہ کے عروج وزوال کی کہانی
4- حضرت مجدد الف ثانی کا سیاسی زمانہ (1)
5- حضرت مجدد الف ثانی کا سیاسی زمانہ (2)
6- حضرت مجدد الف ثانی کا سیاسی زمانہ (3)
7- مغل بادشاہ جہانگیر کے مذہبی رجحانات
8- جہانگیر کے مذہبی رجحانات کا دوسرا رخ
9- حضرت مجدد الف ثانی کا مختصر حیات نامہ
10- حضرت مجدد الف ثانی کا معاشرتی اصلاحی پروگرام
11- حضرت مجدد کی گرفتاری اور سزا
12- حضرت مجدد کی قید خانے میں دعوت وتبلیغ
13- حضرت مجدد کا اصل تجدیدی کارنامہ
14- حضرت شاہ ولی اللہ کا سیاسی زمانہ
15- حضرت شاہ ولی اللہ کا مختصر حیات نامہ
16- حضرت شاہ ولی اللہ کے چند قدر شناس
17- حضرت شاہ ولی اللہ کی تنقیدی تحریک
18- حضرت شاہ ولی اللہ کی تجدیدی تحریک
19- حضرت شاہ ولی اللہ کی معاشی تحریک
20- حضرت شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک
21- حضرت شاہ ولی اللہ کی جماعت
22- سید احمد اور اُن کی جہادی تحریک کا تعارف
23- ہندوستان میں جہادی تحریک کی ضرورت
24- شاہ عبدالقادر کا حجرہ
25- سید احمد کے تبلیغی دوروں کے نتائج
26- سید احمد شہید کا سیاسی ماحول
27- سید احمد کے زمانے میں مغربی سامراج کا تسلط
28- بنگال میں احیائے اسلام کی تحریک
29- فرائضی تحریک کا نعرہ ”زمین اللہ کی ہے“
30- بنگال میں تیطو میاں کی تحریک
31- مسلمانانِ ہند کی پہلی عوامی جہادی تحریک
32- سید احمد اور شاہ اسماعیل کا اسلوب کار
33- جہاد سے پہلے حج
34- جہاد کا اعلان نامہ
35- میدان کارزار اور شہادت
36- تحریک جہاد کا اصل مقصد
37- تحریک جہاد اور مسلمانوں کے مختلف طبقوں کی محرومی
38- شاہ ولی اللہ کی تحریک ایک نئے دور میں
39- سرحد کیوں مرکز جہاد بنایا گیا؟
40- سید احمد شہید کی سیاسی فراست
41- تحریک جہاد کا اصل نصب العین
42- تحریک جہاد کے عقائد ونظریات
43- سید احمد شہید کی جماعت
44- 1831ء سے 1857ء تک

(آئندہ شمارے میں ملاحظہ کیجئے)

ماخذ

”تاریخ تحریکات احیائے اسلام“ کے سلسلے کا باب ”سید احمد اور تحریک جہاد“ 22 قسطوں میں مکمل ہوا جو ”ندائے خلافت“ کی جلد 12 کے شمارہ نمبر 22 سے شمارہ 43 تک پھیلا ہوا ہے۔ اس باب کی تحقیق وتصنیف میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا‘ ان کی فہرست یہ ہے:

☆ سید احمد شہید (مولانا غلام رسول مہر)
☆ شہدائے بالاکوٹ (پیام شاہجہاں پوری)
☆ بنگال میں مسلمانوں کی تحریک آزادی (عبداللہ ملک)
☆ ہمارے ہندوستانی مسلمان (ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر)
☆ تواریخ عجیب (مولانا محمد جعفر تھانیسری)
☆ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک (مولانا مسعود عالم)
☆ تاریخ دعوت وعزیمت (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)
☆ علمائے ہند کا شاندار ماضی (مولانا سید محمد میاں)
☆ تحریکات ملی (ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری)
☆ تجدید واحیائے دین (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)
☆ استحکام پاکستان (ڈاکٹر اسرار احمد)
☆ علماء سیاست میں (ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی)
☆ آزادی کی تحریکیں (عبیداللہ قدسی)
☆ اردو دائرہ معارف اسلامی (پنجاب یونیورسٹی)
☆ ماہنامہ ”میثاق“ لاہور (متفرق شمارے)

گیارہ ستمبر سے نو نومبر تک

طارق چوھدری

گزشتہ تین ہفتوں کے دوران عراق میں امریکہ کے تین ہیلی کاپٹر مار گرائے گئے اور اب امریکی فوجی حکام نے تصدیق کر دی ہے کہ ان حملوں میں میزائل استعمال ہوئے تھے۔ ان واقعات نے امریکی سخت گیر سیاسی قیادت کو سیخ پا کر دیا ہے۔ امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ آرمیٹیج خود بغداد پہنچے ہیں اور ان کی وہاں موجودگی کے دوران ہی تکریت کے مضافات میں ان علاقوں کو شدید فضائی بمباری کا نشانہ بنایا گیا ہے جہاں چند روز قبل ایک بلیک ہاک ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا تھا۔ اس بمباری کو "جواز کی چادر" عطا کرنے کے لئے مسٹر آرمیٹیج نے کہا ہے کہ گوریلا جنگ کے باعث عراق آج بھی ایک وار زون ہے۔ جو ہیلی کاپٹر گرائے گئے ان کے قریب عراقیوں کو خوشیاں مناتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور یہ مناظر بعض ٹیلی ویژن نیٹ ورکس کے ذریعے بیرونی دنیا کی نظروں تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ کا اصرار ہے کہ یہ خوشیاں منانے والے 23 ملین عراقی عوام کے جذبات کی نمائندگی نہیں کرتے۔ صدر بش نے اپنی تازہ نشری تقریر میں پھر دعویٰ کیا ہے کہ عراقی عوام کی اکثریت اتحادیوں کے ساتھ ہے اور وہ مشرق وسطیٰ میں اپنی نام نہاد جمہوریت کا پودا لگانے سے باز نہیں آئیں گے۔ یہ سب کچھ ایسے حالات میں ہو رہا ہے جبکہ کم از کم ساٹھ فیصد امریکی عوام سی این این کے پروگرام Phone-in میں یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ عراق سے فوجیں واپس بلائی جائیں۔ عراق اور افغانستان سے امریکی ڈبوں کے بڑھتے ہوئے تسلسل کے بعد امریکہ کے طول و عرض میں عوامی مظاہروں میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے۔ صدر بش کے اپنے ملک میں ان مظاہروں کا ٹونی بلیئر کے دیش میں بھی نوٹس لیا گیا ہے اور برطانوی عوام ایک بار پھر سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔

مشکل میں پھنسے اپنے واحد اتحادی ٹونی بلیئر کی حوصلہ افزائی کے لئے صدر بش اس ماہ کی انیس تاریخ کو پہلی بار لندن کا دورہ کرنے والے ہیں۔ اس نام نہاد جمہوریت پسند لیڈر کی سیاسی شہرت کا عالم اب یہ ہے کہ برطانیہ کے جنگ مخالف حلقوں نے ابھی سے اپنے مہمان کے پتلے جلانے شروع کر دیئے ہیں۔ عین اس وقت جبکہ لندن میں صدر بش کے پتلے جل رہے ہیں' بغداد میں ان کے اور ایک کٹھ پتلی مقامی وزیر کو گولی سے اڑا دیا گیا ہے۔ یہ امریکہ کی پروردہ عراقی گورننگ کونسل کے کسی وزیر کے قتل کا تیسرا واقعہ تھا۔ ان جلتے پتلوں اور گرتی کٹھ پتلیوں کے باوجود صدر بش اب بھی اصرار کر رہے ہیں کہ وہ اور ان کے اتحادی عراق میں کبھی ناکام نہیں ہوں گے۔

مگر حقیقت کبھی چھپانے سے چھپ نہیں سکتی' یہ اپنا راستہ خود ہموار کرتی رہتی ہے۔ یہ خبریں اب عام ہو چکی ہیں کہ عراق میں لمبے عرصے سے تعینات امریکی افواج کے حوصلے انتہائی پست ہو چکے ہیں اپنے جوانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے امریکی وزیر دفاع نے اعلان کیا ہے کہ کم از کم ایک ڈویژن اور تین بریگیڈ امریکی افواج کو جلد واپس بلا لیا جائے گا۔ ان دستوں کی کمی کو کسی حد تک پورا کرنے کے لئے کچھ ریزرو فوجیوں کو تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ دو لاکھ کے قریب مقامی سیکورٹی فورس کی بھرتی اور ٹریننگ کے ایک پروگرام پر عمل شروع کر دیا گیا ہے۔ مجبوری کے عالم میں اور کھاتہ پورا کرنے کے لئے صدام حسین کے دور کے بہت سے سابق فوجیوں کو بھی نئی فوج میں شامل کیا جا رہا ہے۔ بھوک' افلاس اور بے روزگاری کے ستائے ہوئے یہ فوجی مصلحتاً نئی ذمہ داریاں قبول تو کر رہے ہیں مگر اس عمل سے اتحادیوں کی تباہی کا ایک اور دروازہ بھی کھل گیا ہے اس چینل سے صدام حسین کے وفادار فوجیوں کو یہ موقع میسر آئے گا کہ وہ تنخواہیں اور اسلحہ وغیرہ تو اتحادیوں سے حاصل کریں مگر ساتھ ہی ساتھ تحریک مزاحمت کی خدمت بھی حاصل کریں مگر ساتھ ہی ساتھ تحریک مزاحمت کی خدمت بھی جاری رکھیں۔ عراق میں امریکی ایڈمنسٹریٹر پال بریمر کو بھی اب اس بات کا احساس ہونے لگا ہے کہ ان کے سورما جو خود اپنی حفاظت بھی نہیں کر پا رہے وہ عبوری حکومت اور عوام کو بھلا کیا تحفظ فراہم کریں گے؟ چنانچہ انہوں نے ایک نام نہاد اینٹی ٹیررسٹ فورس تشکیل دینے کا عندیہ دیا ہے جس میں مقامی ملیشیا کو شامل کیا جائے گا۔ یہ فورس کب بنے گی اور کون سی دہشت گردی کا قلع قمع کرے گی' یہ تو وقت ہی بتائے گا مگر ایک بات ابھی سے واضح ہو گئی ہے اتحادی اپنی جان بچانے کے لئے عراقیوں کو عراقیوں کے خلاف استعمال کرنے کی سازش پر عمل پیرا ہیں۔

عراق میں برطانوی نمائندے جرمی گرین سٹاک نے ایک حالیہ انٹرویو میں یہ کہہ کر خود ہی سچ اگل دیا ہے کہ "اتحادیوں کو اقتدار عوام کے حوالے کرنے میں اب زیادہ دیر نہیں کرنی چاہئے۔" انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ 2004ء عراق میں اقتدار کی منتقلی کا سال ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اتحادیوں کی ایسی گفتگو کا مقصد اپنی جنگ مخالف رائے عام کو رام کرنا ہو مگر زمینی حقائق اس سے مختلف بھی نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صدر بش اور ان کے سخت گیر رفقاء کی تازہ بڑھکیں اور متشدد اقدامات بجھتے ہوئے چراغ کی آخری ہچکی ہوں۔ صدر بش اور ان کی قومی سلامتی کی مشیر مسز کنڈولیزا' وزیر دفاع رمزفیلڈ' ان کے ڈپٹی رچرڈ ولفووٹز اور وزیر خارجہ کولن پاؤل کی بے اثر سفارت کاری اور ناکام گیدڑ بھبکیوں کے بعد جلاد نما رچرڈ آرمیٹیج کا حالیہ دورہ بغداد اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اتحادی عراق میں تحریک مزاحمت کو کچلنے کے لئے اب آخری کارڈ کھیل رہے ہیں۔ مسٹر آرمیٹیج کی بغداد میں موجودگی کے دوران تکریت میں شدید فضائی بمباری' بغداد میں الرشید ہوٹل کے بم حملے کے سلسلے میں 35 افراد کی گرفتاری اور صدام حسین کی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کی قرقی کے احکامات بھی اسی سلسلے کی ہی کڑی معلوم ہوتے ہیں۔

آرمیٹیج جن کے کردار سے پاکستان کی مغربی اور مشرقی سرحدیں بھی اچھی طرح واقف ہیں' کی خطے میں موجودگی کے دوران ایک اور اہم ترین واقعہ سعودی دارالحکومت ریاض میں کار بم دھماکے ہیں جن میں کم از کم سترہ افراد ہلاک اور ایک سو بائیس زخمی ہوئے۔ اس واقعے میں ہدف اور وقت کے انتخاب نے کئی نئے سوالات کو جنم دیا ہے جن کا تعلق گیارہ ستمبر 2001ء کے واقعات سے پیدا ہونے والے ان سوالات سے جڑا ہوا ہے جو کہ ابھی تک ایک معمہ ہیں۔ یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ آج سے دو سال قبل جس القاعدہ کو سعودی عرب کی پیداوار قرار دے کر گیارہ ستمبر کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا' آج اس کی توپوں کا رخ پینٹاگان سے مکہ کی طرف دکھانے کی گھناؤنی سازش کی جا رہی ہے۔ یہ سب مغربی میڈیا کا کمال ہے کہ اس نے ایک سوچے سمجھے

منصوبے کے تحت القاعدہ کو ایک ایسے عالمی دس نمبریئے کے طور پر مشہور کر دیا ہے جس کے کھاتے میں تمام "ناکردہ گناہ" بھی ڈالے جا رہے ہیں۔ یہ بات دلچسپ بھی ہے اور حیرت انگیز بھی کہ ریاض دھماکوں کے صرف ایک روز قبل امریکی خفیہ اداروں کو یہ سب کچھ کیسے معلوم تھا کہ یہاں کچھ ہونے والا ہے؟ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے سفارتکاروں اور شہریوں کو چوبیس گھنٹے قبل ہی الرٹ کر دیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ عین اسی طرح کا خفیہ کھیل تھا جس کے تحت گیارہ ستمبر کے روز کوئی بھی یہودی ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی فلک بوس عمارتوں میں کام پر حاضر نہیں ہوا تھا سوال یہ ہے کہ کسی ستمبر کی گیارہ اور کسی نومبر کی نو تاریخ سے ایک روز قبل ہی یہودیوں اور امریکیوں کو ہی یہ خواب کیونکر آ جاتا ہے کہ کل کسی "ورلڈ ٹریڈ سنٹر یا الحیی" رہائشی کمپاؤنڈ پر حملہ ہونے والا ہے؟ کیا یہ دین اسلام اور اس کے روحانی مرکز مکہ کے خلاف وہی یہودی سازش تو نہیں جس کا تعلق القاعدہ' عالمی دہشت گردی' جمہوریت' آزادی' تباہی اور پھر تعمیر نو کی مخصوص کڑیوں سے جڑا ہوا ہے؟

چند روز قبل صدر بش نے اپنے ایک خطاب میں کہا تھا کہ مشرق وسطیٰ "جمہوریت" سے فیض یاب ہونے کو ہے اور رچرڈ آرمیٹج نے بغداد میں عندیہ دیا تھا کہ ہمارے پاس تحریک مزاحمت کو کچلنے اور خطے میں اپنے پنجے گاڑنے کے لئے ایک پروگرام اب بھی موجود ہے۔

صدام حسین کے آبائی شہر تکریت اور خادم حرمین شریفین کے مقدس دیس کے پایۂ تخت' ریاض میں آٹھ اور نو نومبر کو آسمانی اور زمینی حملوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آرمیٹج خطے میں کیوں آئے تھے اور ان کا پروگرام کیا تھا۔ تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ امریکہ نے اپنی ہاری ہوئی جنگ کو فتح میں بدلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیئے ہیں۔ یہ صلیبی جنگ مخصوص محاذوں سے آگے نکل کر کفر کے ایوانوں اور اسلام کے قلعوں تک پھیلنے کو ہے۔ صدر بش اگلے صدارتی انتخاب کے لئے اپنی انتخابی مہم شروع کر چکے ہیں عوامی اجتماعات میں انہیں مزاحمتی اور تنقیدی نعروں کا سامنا ہے۔ امریکی عوام ان سے کہہ رہے ہیں کہ بہت ہو چکی' اب مزید ڈرامے بازی ختم کیجئے۔ برطانوی عوام ان کے پتلے جلا رہے ہیں۔ افغانوں اور عراقیوں نے وقت کی نام نہاد واحد سپر پاور کے غبارے سے ہوا نکال کر رکھ دی ہے۔ جنرل اسمبلی کا اکثریتی موڈ وائٹ ہاؤس کے لئے ایک چیلنج بن گیا ہے۔ افغانستان اور عراق میں جتنے امریکی فوجی جنگ میں مرے تھے' اس سے زیادہ گوریلا حملوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے اپنے فوجی اب جم کر لڑنے کے لئے تیار نہیں اور دوسرا کوئی بھی ملک پرائی آگ میں کود جانے سے گریزاں ہے۔ بش اور بلیئر اقوام متحدہ کی حدیں توڑ کر اسلام کو دبانے اور اپنی جمہوریت کا پودا لگانے' دوسروں کو مارنے' خود جینے اور بیگانہ تیل پینے کے لئے آئے تھے' لیکن وقت کا دھارا ان کے اپنے ہی خلاف ہو گیا ہے۔ مداری اور جمورے کی مخصوص سیاست اور فراست اب خود ہی تماشا بن کر رہ گئی ہے اب ان کے خاص "بندے" بھی خطرے میں ہیں اور عالمی تسخیر کے ایجنڈے بھی' یہی وہ ناکام کھیل ہے جو کہ معاملات سیاست کو کبھی نیویارک سے کابل' کبھی قندھار سے مکہ' کبھی ریاض سے واشنگٹن اور کبھی لندن سے بغداد اور پھر تکریت سے ریاض تک لے جاتا ہے۔ لہٰذا اب وقت آ گیا ہے کہ امت مسلمہ کو اپنوں پر ہی انگلیاں اور بندوقیں اٹھانے کی بجائے گیارہ ستمبر 2001ء سے نو نومبر 2003ء تک کے پورے کھیل کے پیچھے اصل محرکات کا پتہ چلانا ہوگا۔

مصیبت کی برداشت کے لئے

صبر اور نماز کا سہارا پکڑو۔ (القرآن)

SCHOOL FOR CONTEMPORARY AND ISLAMIC LEARNING

SCIL

NURSERY TO O/A LEVEL

- TEFL TRAINED TEACHERS
- Computers and Visual Aids
- Nazira Quran and Tajweed
- Quranic Studies and Sirah
- Sports, Riding, Shooting
- Arts and Crafts
- Hifz
- Arabic Language

"Teaching Modern Contemporary Subjects in a progressive and Supportive Islamic environment with special emphasis on moral values and Character building".

Admissions Open
Nursery-Class 4

20A-C/3 GulbergIII
Main M.M Alam Raod, Lahore
Phone: 5712793, 5756594

VISION FOR TOMORROW

کتاب نما

مطالعۂ تصوف

قرآن وسنت کی روشنی میں

مصنف: ڈاکٹر غلام قادر لون
ناشر: دوست ایسوسی ایٹس' الکریم مارکیٹ' اردو بازار' لاہور
صفحات: 605
قیمت: 300 روپے
طباعت: 1997ء

زیر نظر کتاب میں مصنف نے لفظ تصوف کے اشتقاق پر بہت محنت کی ہے اور قریباً 140 صفحات لفظ ''تصوف'' کے لئے مخصوص کئے ہیں۔ علم باطن جس پر صوفیہ کی بنیاد ہے' علماء اس کے وجود سے ہی انکاری ہیں۔ علماء کے مطابق علم تو صرف ظاہری شریعت ہی ہے' یعنی قرآن اور سنت۔ صوفیہ نے جس زہد و مجاہدہ کا ذکر کیا ہے یا اس پر عمل کر کے دکھایا ہے' علماء کے نزدیک وہ قرآن و حدیث کی رو سے حرام ہے۔ اسی طرح تجرد' فقر' توکل وغیرہ کے اس مفہوم کی بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں نفی کی گئی ہے جو صوفیاء بیان کرتے ہیں۔ احکام شریعت کا اسقاط یا شطحات وغیرہ جو چند صوفیا کا فعل ہے یہ بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں حرام ہے۔ حالتِ سکر جس کو صوفیہ بہت اچھا خیال کرتے ہیں' قرآن کی رو سے نہایت ذلیل حالت گردانا گیا ہے۔ قلت طعام' قلت کلام اور قلت منام کے بارے میں کچھ صوفیہ نے تزکیۂ نفس و مجاہدہ کے ضمن میں حد سے زیادہ مبالغہ سے کام لیا ہے۔ جس کو مستحسن نہیں سمجھا گیا۔ اس صورت حال کو مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب التکشف (ص 314' 315) میں اس طرح واضح کیا ہے کہ ''اہل مجاہدہ نے جو ترکِ لذات کیا اس کا رتبہ اس سے زیادہ نہیں۔ جس طرح بعض مضرات طبیہ کے سبب مریض بعض اغذیہ سے پرہیز کرتے ہیں۔ نہ عقیدتاً اس کو حرام سمجھتے ہیں نہ اسے ترکِ عبادت جانتے ہیں۔'' اعتدال یہ ہے کہ پرہیز طعام' کلام' منام میں زیادتی سے ہے۔ قلیل کی تو ترغیب اور حکم دیا جاتا ہے۔ صوفیہ رجال الغیب اور ان میں درجہ بندی پر بہت زور دیتے ہیں۔ مگر علماء نے اس کا رد کیا ہے۔ مصنف کا بھی خیال ہے کہ اسلام میں رجال الغیب کی کوئی اصلیت نہیں۔ آپؐ سے اس بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں۔ (ص 482)

صوفیہ کا دعویٰ ہے کہ سلوک و تصوف کے جملہ احوال و اشارات قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں۔ صوفیہ نے تصوف کو اسلام کی روح اور دین کا مغز ثابت کیا ہے (ص 483) لیکن عمل کے میدان میں صوفیہ نے علم کو 'حجاب اکبر' تصور کیا ہے (ص 492) دوسری طرف صوفیہ کی پیش کردہ احادیث کو علماء کرام نے رد کیا ہے کہ وہ یا تو موضوع ہیں یا ضعیف (ص 525)۔ اگرچہ صوفیہ کا دعویٰ ہے کہ انہیں حدیث کی صحت کا علم کشف والہام کے ذریعے ہو جاتا ہے' (ص 512) مگر علماء نے اس دعویٰ کو سرے سے کوئی اہمیت نہیں دی۔ انہوں نے احادیث کے مسلمہ اصولوں پر پوری نہ اترنے والی ہر حدیث کو ماننے سے انکار کیا ہے۔ ان میں علامہ ابن جوزی' امام ابن تیمیہ' علامہ ابن قیم اور امام حافظ ذہبی جیسے جید علماء پیش پیش تھے۔ صوفیہ نے بے شمار مخصوص نمازوں کا ذکر کیا ہے۔ ان سب کا علماء نے رد کیا ہے۔ مصنف کا خیال ہے کہ عرب اور فارس کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں بھی کشف المحجوب' فوائد الفوائد' سیر الاولیاء' خیر المجالس اور فوائد السالکین جیسی مشہور کتب تصوف میں بہت سی موضوع روایات اور بے سروپا باتیں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ حضرات مجدد الف ثانیؒ' شاہ ولی اللہ دہلوی' مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہم اللہ کی بعض تصنیفات میں بھی موضوع روایات ملتی ہیں۔ (ص 509)

سلسلہ نقشبندیہ کے بارے میں مصنف کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم لدنی کا حامل قرار دینا اور اس سلسلے کے سرخیل کے طور پر پیش کرنا صحیح نہیں۔ اسے انہوں نے صوفیہ کی تضاد بیانی کہا ہے کیونکہ باقی تمام سلسلے حضرت علیؓ کی وساطت سے حضور ﷺ تک پہنچتے ہیں۔ اس بارے میں حدیث بھی حضور ﷺ سے غلط منسوب کی گئی ہے۔ (ص 164) دوسری جگہ مصنف نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے خود کسی علمِ باطل یا کسی مخصوص علم کے حصول سے انکار کیا ہے۔ اس لئے حضرت علیؓ سے صوفیہ کی روایات منسوب کرنا غلط ہے۔ (ص 213)

(اس کا مطلب یہ ہے کہ علم باطن یا کسی مخصوص علم کا تعلق نہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے تھا اور نہ ہی حضرت علیؓ سے۔ صوفیہ نے غلط روایات ان سے منسوب کر دی ہیں)

علم باطن کے باب میں بہت سی ایسی باتیں صوفیہ سے منسوب ہیں جو شیعہ حضرات نے کہی ہیں بلکہ پورے تصوف پر شیعیت کا بہت اثر دکھائی دیتا ہے۔ (تفتیش و تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ صوفیہ اہل بیتؓ اور حضرت علیؓ سے اپنا سلسلہ جوڑتے ہیں تو شیعہ نے دو طریقوں سے تصوف کو شیعیت کی شاخ بنا دیا۔ اوّل: بہت سے شیعہ حضرات صوفیہ کے روپ میں اس شعبے میں داخل ہو گئے۔ تقیہ کے اصول کے تحت اپنے آپ کو اہل سنت صوفی ظاہر کیا۔ دوسرے' بہت سی غلط باتیں صوفیہ کی کتابوں اور تحریروں میں الحاق' تدلیس اور انتساب کے ذریعے شامل کر دیں۔ یہ طریقہ کار بالکل بند یا کم از کم بڑی حد تک روکا جا سکتا تھا' اگر صوفیہ کا ایک اصول ان کے آڑے نہ آتا۔ جس طرح شریعت کے ظاہری علوم میں استاد و شاگرد کے درمیان مثبت بحث و تمحیص کی اجازت ہے' اسی طرح صوفیہ بھی اس کی اجازت دے دیتے۔ مگر صوفیہ نے یہ دروازہ بالکل بند کر دیا کہ ''مرید کو پیر کے سامنے ایسے ہونا چاہئے جیسے غسیل کے ہاتھوں میں مردہ۔'' بلکہ ہدایت یہ ہے کہ اگر مرید پیر کی کوئی نازیبا حرکت دیکھ بھی لے تو سکوت اختیار کر لے۔ ورنہ فیض سے محروم ہو جائے گا۔ اسی لئے جس کا جو دل چاہا' صوفیہ کے نام سے منسوب کر دیا۔ بعد میں آنے والے ''حسن ظن'' کے تحت اس کی من و عن پیروی کرنے لگے) (ص 211/192) علم باطن یا علم لدنی پر بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی صحابی کو کوئی ایسا علم عطا نہیں فرمایا تھا جس پر علم باطن کا اطلاق ہو سکے۔ (ص 230)

تصوف سے نابلد قاری تو یقیناً اس کتاب کے مطالعے کے بعد کبھی اس راہ کا مسافر نہیں بنے گا' بلکہ وہ صوفی یا مرید جو ابھی زہد و مجاہدہ کے ابتدائی زینوں پر ہے' اس کتاب کے مطالعے سے منفی اثر ضرور لے گا۔ اگر وہ بروقت اپنے مرشد کو اس بارے میں آگاہ نہ کر دے۔ مصنف کو بھی اس بات کا احساس ہوا کہ اس تحریر سے منفی اثر کچھ زیادہ ہی مترشح ہے۔ چنانچہ اس نے ایک باب ''ہنرش نیز بگو'' کے عنوان سے باندھ کر اس اثر کو کچھ زائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس باب میں مصنف نے صوفیہ کی بہت تعریف کی ہے۔ ارکانِ اسلام کو جس ایمان کی گہرائی سے صوفیہ نے ادا کیا' وہ قابل تحسین ہے اور مخلوقِ خدا پر شفقت اور سنتِ رسول ﷺ سے عشق صرف صوفیہ ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ انہوں نے اسلام کی اشاعت اور ایک صالح معاشرہ قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حکمرانوں اور رعایا کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی ایسی تعلیم دی کہ سب کو آخرت کی یاد آ گئی۔ مخالفت یا موافقت سے قطع نظر علم کی حد تک تصوف کے موضوع پر بے شمار کتابوں کو ایک کتاب میں سمو دینے کی یہ اچھی کوشش ہے۔ جو اس موضوع پر مزید تحقیق کرنے والوں کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ صفحہ 547 پر مصنف نے لکھا ہے کہ ''صحیح احادیث میں مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے کہ انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت نہ دی جائے۔'' مگر اس کا حوالہ نہیں دیا گیا جو بہت ضروری تھا کیونکہ یہ الفاظ 'تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض'' سے متناقض ہیں۔ (تبصرہ نگار: سید افتخار احمد شاہ)

قیامت کا مثبت تصور

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر' ناظم دعوت' تنظیم اسلامی' پاکستان

قرآن مجید قیامت کے بارے میں جو مثبت تصور اجاگر کرتا ہے اور جس پر یقین کرنا ہی ایمان کا تقاضا ہے' وہ یہ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

''اے ایمان والو! اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو اور چاہئے کہ ہر نفس اس پر نظر رکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے' اور دیکھو واقعی اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو' بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔''

یعنی جب تم مان چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے' قرآن مجید تمہاری ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے اور وہ یہ حقیقت بیان کرتا ہے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور قیامت کا دن جزاء وسزا کا دن ہوگا تو تمہیں اللہ کی نافرمانی چھوڑ دینی چاہئے اور تمہیں ہر وقت اس چیز کا فکر دامن گیر رہنا چاہئے کہ میں نے اپنی اس زندگی کے لئے آگے کیا بھیجا ہے؟ کیونکہ وہاں ہر انسان کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے آگے بھیجا ہوگا' اور اس کے بارے میں وہ ہستی خوب باخبر ہے جس کے سامنے پیشی ہے اور جس نے جزاء و سزا کا فیصلہ فرمانا ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کو سورۃ القیامہ میں بھی ان الفاظ میں بیان کیا گیا: ﴿یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝﴾ ''اس دن آگاہ کر دیا جائے گا ہر انسان کو کہ اس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔'' اور سورۃ النباء میں فرمایا گیا: ﴿اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۝ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ وَیَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝﴾ ''ہم نے تم کو عنقریب آنے والے عذاب سے آگاہ کر دیا ہے' جس دن ہر انسان دیکھ لے گا کہ اس کے ہاتھوں نے آگے کیا بھیجا تھا' اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوتا۔'' اس لئے کہ اس نے آگے کچھ بھیجا ہی نہیں ہوگا اور اسی پاداش میں پکڑ لیا جائے گا۔ پھر اس حقیقت کو سورۃ النازعات میں مزید واضح فرما دیا گیا:

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ۝﴾

''اور جس وقت آ جائے گی وہ بڑی آفت' اس دن انسان یاد کرے گا کہ اس نے کیا بھاگ دوڑ کی تھی اور جہنم ہر دیکھنے والے کے سامنے رکھ دی جائے گی۔ پس جس نے سرکشی کی ہوگی (اپنے حقوق سے بڑھ کر لیا گیا ہو اور اپنی حدود سے آگے بڑھ گیا ہوگا) اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہوگی پس جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگا اور جو ڈر گیا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اور اس نے اپنے نفس کو اس کی خواہشوں سے روکے رکھا' پس اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔''

یہی وہ دن ہے جس دن وہ انسان پکار اٹھے گا جس نے اس دن کو سامنے رکھ کر زندگی نہ گزاری ہوگی ﴿یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴾ ''کہے گا: اے کاش میں نے کچھ آگے بھیجا ہوتا اپنے زندگی کے لئے۔'' یعنی اس دن معلوم ہو جائے گا کہ اصل زندگی تو یہ ہے۔

ہماری اس دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کا معاملہ ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ ہمیں سعودی عرب یا امارات کا ویزا مل جائے۔ تو جسے بھی ویزا ملتا ہے ایک مدت معین تک ملتا ہے۔ وہ آدمی وہاں جا کر کماتا بہت ہے لیکن خرچ کم سے کم کرتا ہے' اور اپنی ساری بچت وہاں بھیجتا ہے جہاں سے آیا ہے۔ حالانکہ اس کی محنت وہاں صرف ہو رہی ہے جہاں وہ آیا ہوا ہے' لیکن وہاں وہ پاؤں پسارنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس لئے کہ اسے یقین ہے کہ یہاں میں ایک مدت معین تک کے لئے آیا ہوں اور مجھے مستقل طور پر وہیں رہنا ہے جہاں سے میں آیا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی ساری بچت اپنے وطن بھیج کر وہاں گھر بنواتا ہے' پراپرٹی خریدتا ہے اور بچت جمع کرتا ہے۔ تو یہی تصور ہے جو قرآن مجید ہمیں دیتا ہے کہ تمام لوگ اس دنیا میں ایک معین مدت کے لئے ویزے دے کر بھیجے گئے ہیں اور انہیں مستقل طور پر رہنا وہیں ہے جہاں سے یہ گئے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی فوت ہو جائے تو ہم یہی حقیقت یہ کہتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ''بے شک ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور بے شک اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' اور پھر تمام لوگوں کو وہی کچھ ملے گا جو انہوں نے اس دنیا کی زندگی میں بچت کر کے آگے بھیجا ہوگا اور جو شخص اس دنیا میں آ کر اس حقیقت کو بھول جائے کہ میں یہاں ویزا پر آیا ہوا ہوں اور اسی کو وطن سمجھ لے' اسی زندگی کو اصل زندگی سمجھ لے اور تمام عمر اسی زندگی کو سنوارنے کے لئے لگا دے تو قرآن حکیم ایسے شخص کو ناکام ترین شخص قرار دیتا ہے۔ اس کا ذکر سورۂ کہف کے آخری رکوع کی آیات میں کیا گیا ہے' جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اس سورت کی پہلی دس آیات اور آخری رکوع کی آیات کو حفظ کرے گا تو وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔ فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا ۝﴾

''کہہ دو کہ کیا ہم تمہیں آگاہ کریں کہ کمائی کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے کون لوگ ہیں؟ (انہوں نے بھرپور زندگی گزاری ہوگی' دنیا کمانے کے لئے دن رات ایک کر دیا ہوگا) وہ لوگ کہ جن کی ساری بھاگ دوڑ اسی دنیا کی زندگی میں گم ہو کر رہ گئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ انہوں نے بہت اچھا کام کیا (دنیا میں بہت جائیداد بنالی اور بزعم خود کامیابی زندگی گزاری) یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا (جس کے بارے میں قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ آخرت میں وہی کچھ ملے گا جو کما کر آگے بھیجا ہوگا اور اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے) پس ان کی کمائی (دنیا میں جو کچھ جمع کیا تھا) وہ تو اکارت گئی (کیونکہ وہیں رہ گئی)

پس ہم ان کے لئے قیامت کے دن ترازو بھی نہیں لگائیں گے۔ ان کی سزا جہنم ہوگی' اسی پاداش میں کہ انہوں نے کفر کیا اور اللہ کے رسولوں اور اس کی آیات کو مذاق ہی سمجھتے رہے۔''

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم ان آیات کو صرف دورِ نبوی ﷺ کے کافروں پر منطبق کرکے اپنے آپ کو اس سے بری سمجھتے ہیں' حالانکہ ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اس دنیا کے لئے کھپا دیں ہیں اور ہم نے تو اللہ کی کتاب سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں ﴿الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝﴾ ''جن کی آنکھیں ہمارے ذکر (قرآن مجید) سے بند رہیں اور انہوں نے سننے کی بھی طاقت نہ رکھی۔''

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس روش سے بچائے اور اسے واقعی قرآن مجید کی دی ہوئی ہدایت پر یقین عطا کرے تاکہ وہ آخرت کے لئے توشہ آگے بھیجنے کی طرف اپنی پوری توجہ دے اور وہاں پر کامیابی حاصل کرے۔ آمین!

فرض آپ کو پکار رہا ہے

بے شک آپ پابندی سے نماز پڑھتے' روزے رکھتے ہیں' زکوٰۃ کا بھی اہتمام' استطاعت ہو تو حج کو بھی جاتے ہیں۔ آپ اسلامی وضع قطع کے بھی پابند ہیں' حلال وحرام کی تمیز میں بھی نہایت حساس تقویٰ وطہارت کے لوازم کا بھی التزام رکھنے کے باوجود نوافل واذکار' صدقہ وخیرات کا بھی زیادہ سے زیادہ خیال رکھتے ہیں' اس لئے کہ آپ کو اپنے مسلمان ہونے کا احساس ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس احساس میں آپ تنہا ہی نہیں ہیں' آپ کی طرح شریعت کے احکام وآداب کی اتباع اور پیروی کرنے والے امت میں ہزاروں نہیں لاکھوں ہیں اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو اس کی تردید نہیں کی جاسکتی کہ اپنی عبرتناک پستی کے باوجود آج بھی مسلمان مذہب کی پیروی اور عبادات سے شغف میں ہر مذہب کے پیروؤں سے آگے ہیں۔ امت مسلمہ میں لاکھوں افراد اب بھی موجود ہیں جن کی زندگیاں قابل رشک حد تک خدا ترسی اور فرض شناسی کا نمونہ ہیں' جن کے سیرت وکردار آئینے کی طرح صاف ہیں' جن کا تقویٰ ہر شبہ سے بالاتر ہے' اور جن پر سوسائٹی اعتماد کرتی ہے اور حقیقت ہے کہ کوئی بھی مذہبی گروہ ان کے ٹکر کے انسان پیش کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا۔

یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلمان تعداد کے اعتبار سے دنیا میں دوسری عظیم اکثریت ہونے کے باوجود ان کے پاس ہر طرح کے وسائل وذرائع ہیں۔ اس کے علاوہ کوئلہ' پٹرول' لوہا' سونا اور زراعت بھی ہے۔ دولت مندی کے ساتھ دنیا کے کتنے ہی حصوں میں ان کی اپنی حکومتیں ہیں۔

مگر یہ تلخ حقیقت ہے کہ اس مذہبی تقدس اور دولت و حکومت کے باوجود سب سے زیادہ وہ ذلیل وخوار اور بے وزن یہی مسلمان قوم ہے' نہ ان کی اپنی کوئی رائے' نہ منصوبہ نہ وقار اور نہ ہی کوئی اعتبار' انفرادی حیثیت سے ان میں یقیناً لاکھوں ایسے ہیں جن پر انسانیت فخر کرسکتی ہے' لیکن اجتماعی حیثیت میں دنیا میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ ملحوظ اے الفاظ قرآنی جو سورۃ البقرہ نمبر ۸۵ میں وارد ہوئے ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

فرمان الٰہی ہے! کیا تم ہماری کتاب وشریعت کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے (جیسا کہ اکثر ہمارا حال ہے یعنی جو اللہ کے احکام ہمیں پسند ہوں وہ تو اپنا لیتے ہیں اور جو ذرا دل کو بھاری لگیں ان سے روگردانی ہمارا وطیرہ بن چکا ہے) جو تم میں سے یہ حرکت کرے گا اس کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ ہم اسے دنیا کی زندگی میں ذلیل وخوار کردیں اور آخرت میں اشد ترین عذاب میں جھونک دیں۔

مَعَاذَ اللّٰهِ ثُمَّ مَعَاذَ اللّٰهِ

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا جس کا ہے تو ایک ٹوٹا ہوا تارا

امت کے فرد ہونے کے ناطے آپ کا مستقبل بھی اس سے وابستہ ہے' کیا آپ کو یہ احساس پریشان کرتا ہے کہ امت کو اس ذلت سے نکالا جائے اور اس کو عظمت رفتہ حاصل کرنے کے لئے پھر بے تاب کر دیا جائے۔ اے نوجوان مسلم اصل بات یہ ہے کہ امت نے اپنا وہ فرض بھلا دیا ہے' جس کے لئے اللہ نے اس کو پیدا فرمایا۔ امت مسلمہ عام امتوں کی طرح کوئی خودرو امت نہیں اس کو اللہ نے ایک خاص منصوبے کے تحت عظیم مقصد کے لئے وجود بخشا۔ اللہ نے اس کی زندگی کا وہی مشن قرار دیا جو اپنے اپنے دور میں پیغمبروں کا مشن رہا۔ نبوت کا سلسلہ نبی امی ﷺ پر ختم ہوگیا۔ آپ ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آنا۔ نوع انسانی تک اللہ کا دین پہنچانے کا کام اب رہتی دنیا تک اسی امت کو انجام دینا ہے' یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے' اسی کی خاطر اللہ نے اسے ایک امت بن کر رہنے کی تاکید کی ہے' اور اسی فرض کی ادائیگی سے اس کی تقدیر وابستہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾

تم کو ایسی امت بن کر رہنا چاہئے جو خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ امت کی زندگی میں دعوت دین کے کام کی وہی حیثیت ہے جو انسانی جسم میں دل کی حیثیت ہے۔ انسانی جسم اسی وقت تک کارآمد ہے جب اس کے اندر دھڑکنے والا دل موجود ہو' اگر یہ دل دھڑکنا بند ہو جائے تو پھر انسانی جسم' جسم نہیں بلکہ مٹی کا ڈھیر ہے۔ جیسے فرمان نبوی ﷺ ہے:

((اِنَّ فِي الْجَسَدِ لَمُضْغَةً فَاِذَا صَلَحَتْ صَلَحَتْ جَسَدُ كُلُّهُ فَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَتْ جَسَدُ كُلُّهُ وَهِيَ قَلْبُ))

آگاہ ہو جاؤ تمہارے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو تو پورا جسم صحیح رہتا ہے اگر کہیں اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور یہ ''دل'' ہے۔ اس لئے کہ جسم کو صالح خون پہنچانے والا اور اس کو زندہ رکھنے والا دل ہے۔

ٹھیک یہی حیثیت دعوت دین کی بھی ہے اگر امت یہ کام سرگرمی سے انجام دے رہی ہے' اللہ کے منصوبے اور منشا کے مطابق امت میں صالح عناصر کا اضافہ ہو رہا ہے اور غیر صالح عنصر چھٹ رہا ہے' نیکیاں پنپ رہی ہیں اور برائیاں دم توڑ رہی ہیں تو امت زندہ ہے اور عظمت اور عزت اور وقار وسربلندی اس کی تقدیر ہے' لیکن امت اگر اس فرض سے غافل ہو جائے' دعوت غلبہ دین کے کام کا اسے احساس ہی نہ رہے تو وہ زندگی سے محروم اور مردہ ہے۔

اللہ رب العزت کے نزدیک بھی اس کی تمام تر اہمیت اسی وقت ہے جب وہ اس منصب کے تقاضے پورے کرے جس پر اسے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ اگر اسے احساس ہی نہ رہے کہ مجھے کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو پھر اللہ کو اس کی کیا پروا کہ کون اسے پیروں میں روند رہا ہے اور کون اس کی عزت سے کھیل رہا ہے۔

آپ کے ہاتھ میں بندھی ہوئی یہ قیمتی گھڑی یقیناً آپ کی نظر میں ایک نعمت ہے' آپ نے اس کو اس لئے اپنے ہاتھ پر جگہ دی ہے کہ یہ آپ کو صحیح وقت بتائے اور آپ اپنے اوقات کو منظم کرکے ٹھیک وقت پر اپنے سارے کام انجام دے سکیں اگر یہ گھڑی اپنا کام ٹھیک ٹھیک انجام دے تو آپ اسے اپنے ہاتھ کی زینت بنائے رکھتے ہیں' اہتمام کے ساتھ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ کو گوارا نہیں ہوتا کہ اس پر پانی کی ایک بوند پڑے' اس کے نازک شیشے کو ذرا سی ٹھیس لگے یا کسی چیز سے ٹکرائے لیکن گھڑی کی یہ ساری قدر ومنزلت اور اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کا یہ اہتمام اس وقت تک ہے جب تک وہ صحیح وقت بتاتی ہے' اگر وہ بار بار بند ہونے لگے' کبھی آدھا گھنٹہ تیز ہو جائے اور کبھی ایک گھنٹہ سست چلنے لگے۔ آپ بار بار اس سے دھوکہ کھائیں۔ آپ کے پروگرام اس سے متاثر ہونے لگیں اور وہ مقصد اس سے پورا نہ ہو جس کی خاطر آپ نے اسے اپنے ہاتھ پر جگہ دی تھی تو کیا آپ یہ برداشت کریں گے کہ پھر بھی وہ

آپ کے ہاتھ کی زینت بنی رہے' اور آپ اسی طرح اس کی حفاظت کرتے رہیں؟ یقیناً آپ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ یہ گھڑی نہیں چند پرزوں کا مجموعہ ہے اور پیتل کے چند ٹکڑے ہیں' اس کی مناسب جگہ انسان کا قابل احترام ہاتھ نہیں بلکہ کباڑیئے کی دکان ہے اور پھر آپ کو اس کی کیا پروا کہ کباڑی اس کو کہاں ڈالتا ہے اور اس کو کس بے دردی کے ساتھ کوٹتا اور توڑتا ہے یا کوئی اس کو بھٹی میں گلاتا ہے۔ آپ کے نزدیک تو بجا طور پر اس کی جو کچھ قدر و منزلت تھی اسی بنا پر تھی کہ وہ صحیح وقت بتائے اس لئے کہ بنانے والے نے اسے اسی لئے بنایا تھا' اور آپ نے ایک بڑی رقم دے کر اسی لئے خریدا تھا۔

خدا نے امت مسلمہ کو اسی لئے پیدا کیا تھا کہ وہ دوسروں تک خدا کا دین پہنچائے سوسائٹی میں نیکیوں کا پرچار کرے اور برائیوں کو مٹائے۔ جب تک وہ اپنے فرض کو انجام دیتی رہے گی۔ خدا کی نصرت وحمایت بھی اسے حاصل رہے گی' وہ اس کا محافظ اور نگہبان بھی ہوگا اور اسے عظمت ووقار کی بلندیوں سے سرفراز بھی فرمائے گا۔ قرآن کا فتویٰ ہے: وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ غلبہ تمہارا ہی ہوگا اگر تم ایمان والے رہے۔ لیکن امت اگر اس فرض سے غافل ہو جائے تو پھر نہ اس کی کثرتِ تعداد اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے' نہ دولت وحکومت اس کے کام آ سکتی ہے' نہ تسبیح وتہلیل اور نوافل واذکار کی کثرت سے وہ عظمت رفتہ کو پا سکتی ہے' اور نہ یہ انفرادی دینداری اس کو خدا کے غضب سے بچا سکتی ہے' اگر دنیا میں ہر طرف بگاڑ ہو اور خدا کے بندے خدا کو بھول کر اپنی من مانی کر رہے ہوں اور آپ ان سے بے فکر صرف اپنی فکر میں لگے ہوئے ہوں تو سمجھ لیجئے کہ خدا کا عذاب بہت قریب ہے اور پھر اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہ سکے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهَا عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ))

(مشکوۃ باب امر بالمعروف عن جابرؓ)

"خدائے بلند و برتر نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ ایسی' ایسی بستی کو الٹ دو۔ جبریل نے کہا' پروردگار ان میں تو تیرا نیک بندہ ہے۔ جس نے پلک جھپکانے کی حد تک بھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے۔ پروردگار نے کہا' ہاں جبریلؑ بستی کو اس پر بھی الٹ دو اور دوسروں پر بھی۔ اس لئے کہ ان بستیوں میں علی الاعلان میری نافرمانی ہوتی رہی اور اس کے ماتھے پر شکن تک نہیں آئی۔"

یہ حدیث اگر آپ کے اندر کوئی بے تابی پیدا کرے تو اس کی قدر کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اس بے تابی میں اضافہ کرے۔ آپ کا فرض آپ کو پکار رہا ہے' اور یہی بے تابی آپ کو اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ کر سکتی ہے۔

سکوں مجھ کو نہیں درکار آقا
بڑھا دیجئے میری بے تابیٔ دل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رفقاء واحباب کے لئے امیر تنظیم اسلامی کی جانب سے

پیغامِ عید

اے اللہ' اس عید کے چاند کو ہمارے لئے امن وامان اور سلامتی واسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما اور اسے ہمارے لئے رشد وخیر کا موجب بنا دے۔ (آمین)

عید الفطر کا مبارک دن رفقاء واحباب سے ملاقات اور سلامتی ومبارکباد کے پیغامات کے تبادلے کے ساتھ ساتھ ماہِ رمضان المبارک میں صیام وقیام کی برکات سے مستفید ہونے پر قلب کی گہرائیوں سے اللہ کا شکر بجالانے کا اور رب کی کبریائی کے اعلان کا دن ہے۔

قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کی تائید وتوفیق سے ماہ رمضان کی برکات کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے اور "دن کا روزہ اور رات کے قیام" کے انوار سے ذہن وقلب کو منور کرنے اور تقویٰ وہدایت کے حصول کا موقع ہاتھ آیا اور انہوں نے اس موقع کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لئے رحمت' مغفرت اور جہنم سے رستگاری کا سامان کیا۔

ہم سب دعا گو ہیں کہ ہمارا رب اس ماہِ مبارک کی برکت سے ہمیں ہر اس چیز سے بچنے اور اسے ترک کرنے کی توفیق بخشے جو اسے ناپسند ہے' اور ہر اس کام کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جو اسے پسند ہے اور اس طرح ہمارے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہماری تمام دینی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

اهم اطلاع (از ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی)

عید کے مبارک موقع پر' شدید خواہش رکھنے کے باوجود چونکہ امیر تنظیم اسلامی اور مرکزی ناظمین کے لئے لاہور اور بیرون لاہور کے تمام رفقاء سے فرداً فرداً ان کے گھروں پر ملاقات کرنا عملاً ممکن نہیں ہے' لہٰذا ساتھیوں کے مشورے سے یہ طے کیا ہے کہ رفقاء واحباب سے ملاقات کو زیادہ سے زیادہ ممکن بنانے کی خاطر امیر تنظیم حافظ عاکف سعید صاحب اور تمام مرکزی ناظمین اپنے اہل وعیال سمیت عید کے دوسرے دن یعنی شوال کی 2 تاریخ کو صبح 10 بجے سے نماز عصر (بوقت 4 بجے) تک مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں موجود رہیں گے۔ رفقاء کرام کا فرداً فرداً یا اہل خانہ سمیت مرکز تنظیم میں تشریف لانا ہمارے لئے باعث اعزاز ہوگا۔

تنظیم اسلامی کی سرگرمیاں

پوسٹ کوڈ

محترم! بار بار کے تحریر کرنے کے باوجود ابھی تک ''ندائے خلافت'' میں مرکز تنظیم اسلامی کے پتہ میں پوسٹ کوڈ نہیں دیا گیا۔ یہ کوئی بڑا مسئلہ تو نہیں ہے!

حضرت! کراچی میں بعض ڈاکخانے بغیر پوسٹ کوڈ کے ڈاک لینے ہی سے انکار کر دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ پوسٹ کوڈ اگر تحریر ہو تو ڈاک جلد پہنچتی ہے۔ پوسٹ کوڈ 54000 (قاضی عبدالقادر)

اورنگی ٹاؤن میں تفہیم دین کورس

اورنگی ٹاؤن کراچی کی سب سے بڑی کچی آبادی ہے جو بیشتر محنت کش افراد پر مشتمل ہے اور جنہیں کسب معاش میں مصروفیات نے دینی تقاضوں کی ادائیگی کو دشوار بنا رکھا ہے۔ اس علاقے میں ہمارا ایک منفرد اسرہ قائم ہے اور اس میں شیر شاہ سائیٹ اور منگھوپیر روڈ کی کئی آبادیاں بھی شامل ہیں۔ اس علاقے میں ہمارے رفقاء کی مختصر ٹیم لوگوں کو دین کی طرف بلانے کی جاں گسل جدوجہد میں معروف ہے۔

تفہیم دین کورس بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جس کا انعقاد 24 تا 28 اکتوبر کے دوران ہوا۔ یہ پروگرام ہمارے ایک کرم فرما کی مختصری مارکیٹ کی چھت پر منعقد ہوا جو سیکٹر نمبر ساڑھے گیارہ نمبر میں واقع ہے۔ اس پروگرام کی تشہیر کے لئے تقریباً 5000 ہینڈ بل تقسیم کئے گئے اور 18 عدد بینرز لگائے گئے۔ احباب سے انفرادی ملاقاتیں بھی کی گئیں۔ اس پروگرام میں اوسطاً 40 حضرات و خواتین کی شرکت رہی۔ دس حضرات اور تین خواتین نے باقاعدگی کے ساتھ شرکت کی۔ راہ نجات' نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں' دینی فرائض کا جامع تصور' غلبہ دین کا نبوی طریقہ کار اور اسلام میں اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت کے موضوع پر بالترتیب شہر کے اس نواحی علاقے میں جانے والے مقررین شجاع الدین شیخ' عامر خان' اعجاز لطیف' انجینئر نوید احمد صاحبان کو یقیناً ان دشواریوں کا احساس ہوا ہوگا جو مقامی رفقاء کو اپنے دینی فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں درپیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ رفقاء کی محنتیں بار آور ہوئیں اور یہ پروگرام باحسن اختتام پذیر ہوا۔ اب یہ ہمارے اسرہ کے رفقاء پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح شرکاء کورس کے ساتھ اپنے رابطوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

(رپورٹ: محمد رضوان)

تنظیم اسلامی گوجرخان کا دعوتی پروگرام

25 اکتوبر بروز ہفتہ بعد نماز مغرب مسجد العابد گوجرخان میں بسلسلہ استقبال رمضان ایک دعوتی پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا موضوع رمضان اور قرآن حکیم تھا جس کے مقرر امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید صاحب تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب مشتاق حسین امیر تنظیم اسلامی گوجرخان نے ادا کئے۔ تلاوت قرآن مجید کی سعادت جناب قاری انیس الرحمٰن نے حاصل کی۔ اس کے بعد ملتزم رفیق جناب ذوالفقار احمد صاحب نے نعت شریف پڑھی۔ نعت کے اشعار نے محفل میں ایک تحریک پیدا کر دی۔ اس کے بعد جناب شاہد رضا صاحب (امیر حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن) کو دعوت گفتگو دی گئی جو چند رفقاء کے ہمراہ مسجد العابد کو دیکھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے پہلے تزکیہ نفس کے موضوع پر بات کی۔ اس کے بعد جناب حافظ عاکف سعید صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔

محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ رمضان اور قرآن کا باہمی تعلق واضح کیا۔ انہوں نے پہلے حضور ﷺ کا وہ خطبہ پیش کیا جو آپ ؐ نے رمضان کی آمد پر صحابہ کرامؓ کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے مروی دو روایات سامعین کے سامنے پیش کیں اور ان کی مدد سے قرآن اور رمضان کا باہمی تعلق واضح کیا اور یہ بات بھی ثابت کی کہ قیامت والے دن روزہ اور قرآن دونوں لوگوں کی سفارش کریں گے اور اس دنیا میں ان کے گناہوں کی بخشش کا باعث بنیں گے۔ آخر میں آپ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر 185 کی مدد سے قیام اللیل کی اہمیت واضح کی۔ آپ نے بتایا کہ قیام اللیل سے مراد کم از کم ایک تہائی رات قرآن کے ساتھ گزارنا ہے اور اس سے زیادہ دو تہائی یا آدھی رات قرآن کے ساتھ گزارنا ہے۔ آپ کے خطاب کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ اس پروگرام میں کل 90 کے قریب رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

ضرورت رشتہ

مذہبی خاندان سے تعلق رکھنے والی ایم اے کی طالبہ 25 سالہ لڑکی کے لئے تعلیم یافتہ مذہبی ذہن رکھنے والے ملازم پیشہ یا کاروباری حضرات رابطہ کریں۔ فون: 7927511

کل پاکستان اجتماع ملتزم رفقاء

25 تا 27 دسمبر 2003ء بمقام قرآن اکیڈمی کراچی

تنظیم اسلامی کے کے ملتزم رفقاء سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اس اجتماع کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ ملازم پیشہ رفقاء چھٹی اور کاروباری حضرات ان ایام کے لئے متبادل انتظام کے لئے کوشش کا آغاز کر دیں۔

اجتماع کا آغاز ان شاء اللہ 25 دسمبر بروز جمعرات بعد نماز عصر ہوگا اور اختتام 27 دسمبر بروز ہفتہ نماز عشاء پر ہوگا۔

بیرون کراچی کے ذمہ دار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ سفر کے انتظامات کی منصوبہ بندی کا آغاز کر دیں۔ سفری اخراجات کے ضمن میں اخوت باہمی کے جذبے کو بروئے کار لایا جائے۔

المعلن: اظہر بختیار خلجی' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان

مسلمانوں کی غیرت کہاں ہے

امریکہ کے اپنے اخبارات' رسائل اور جرائد کا دعویٰ ہے کہ پچھلے چھ ماہ میں عراق کے مختلف شہروں سے پندرہ ہزار کے قریب خواتین اغوا کی گئیں جن کی اکثریت کو بعد از اں قتل کر دیا گیا۔ یہ اکیسویں صدی کی سب سے بڑی تعداد ہے لیکن افسوس اس ظلم پر اقوام متحدہ بھی خاموش ہے یورپ اور امریکہ کا ضمیر بھی اور پوری اسلامی دنیا بھی۔ چلئے مان لیا کہ صدام حسین پورے عرب کے لئے خطرہ تھا' اسلامی دنیا کے 60 فیصد ممالک اسے اپنا دشمن سمجھتے تھے لیکن یہ بے بس عورتیں' یہ مظلوم خواتین تو صدام حسین نہیں ہیں۔ ان کا تو صدام حسین سے کوئی تعلق نہیں' یہ تو خود عربوں کا خون ہیں۔ ان عربوں کا خون جو سعودی عرب' شام' اردون' کویت' امارات اور مصر میں آباد ہیں۔ مگر یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان خواتین کی دادرسی کے لئے کسی عرب ملک کے منہ سے سسکی تک نہیں نکل رہی۔ ابھی او آئی سی کا اجلاس ہوا' اس اجلاس میں بھی کسی اسلامی ملک نے ان خواتین کے لئے آواز اٹھائی اور نہ ہی او آئی سی نے کوئی قرارداد منظور کی۔ یہ صحیح ہے اسلامی دنیا عراق میں مداخلت نہیں کرنا چاہتی لیکن او آئی سی کے پلیٹ فارم سے ایک ایسا کمیشن تو بن سکتا ہے جو عراق میں ایسے ظلم کا جائزہ لے سکے جو مظلوم خواتین کی حفاظت کر سکے' جو عیاش امریکی فوجیوں کی مذمت کر سکے لیکن اس معمولی کام کے لئے بھی ضمیر اور غیرت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن سے اسلامی ذہن اور دل دونوں خالی ہو چکے ہیں۔

اے غیرت مسلم تو کس غار میں جا سوئی ہے کہ تیری عزت کی دھجیاں بکھر رہی ہیں اور تو لٹیروں کی رکھوالی کی قیمت لگانے میں مصروف ہے۔ (بشکریہ ''ضرب مومن'')

Muslims and disfavored Muslims." Making sweeping statement like these for publication in the Wall Street Journal is one thing and bringing evidence of this alleged promotion of violence against non-Muslims is quite another. Similarly, intellectual disagreement with the Saudi "brand of Islam" is totally different than becoming a mouth piece of US administration.

If the Saudi produced "intolerant literature" is so widely available, why don't one come up with the alleged 10 percent objectionable portion of it and prove it as such. Before anyone goes to investigate for it, let it be clear that what they come up would be the most misunderstood concept of Jihad. Instead of throwing it out of the Islamic literature (like General Musharraf's throwing Jihad-related Qur'anic verses out of the school curriculum), which is amounting to abandoning a basic component of the Qur'anic teaching, we need to understand the philosophy of Jihad and Qital in Islam and also the roots of Western fear of these terms.

Most importantly we need to ask, would removal of the 10 percent "objectionable portions" make the US embargos, invasions and occupations acceptable to the occupied? Would someone who physically and mentally suffered due to brutality of the occupiers give up his resistance to occupation? Never.

A battle front in the invisible attacks on the Saudi government is the Commission on International Religious Freedom, a bipartisan, independent federal agency, which has recommended that Congress fund a study to determine "whether and how the Saudi government is propagating a religious ideology that explicitly promotes hate and violence toward members of other religious groups."

This attempt is at best laughable. Why does it not conduct a study in finding out how the US policies of domination, its double standards of justice, human right and freedom, and an open war against international norms create hatred and promote violence towards everything Western among the oppressed populations?

Abou El Fadal's suggestion that the findings of the Commission "should be reported to Congress" is funny even more. Which Congress is he talking about? A congress that believed in blatant lies; a Congress that approved illegal wars and approvals of billions upon billions to consolidate occupation; or a Congress that is totally silent at the repression at the hands of US and US sponsored occupation forces around the world? Bush and Blair are not the only individuals who have lost credibility. With them go the system and institutions that fully backed them or failed for committing the most inhuman acts of modern history.

The planned study would split hairs to find something that may warrant direct occupation of Saudi Arabia but it would not look at the so obvious causes for which the US is not only directly responsible but which also unleashed the strongest waves of anti-Western feelings along with the inevitable anti-Americanism.

The visible attacks

A clear evidence of the visible war on Saudi Arabia is the latest bombing in Riyadh. The strange target for the attack was a compound housing foreign workers and their families—virtually all of them Muslims from Lebanon and other Arab and south Asian countries. The blame for the attack was immediately put on the shoulder of "Islamist" opposition to the Saudi government.

"It is quite clear to me that Al Qaeda wants to take down the royal family and the government of Saudi Arabia," declared Deputy Secretary of State Richard Armitage, who arrived in the kingdom the day after the attack. US officials have claimed that the attack in Riyadh represents a new tactic by Al Qaeda. They suggest that the motivation for the action is rooted in a radical interpretation of Islam, in which less observant Lebanese and other foreign Muslims are regarded as "infidels."

A number of academic and intelligence experts on the Middle East and Al Qaeda, however, have rightly expressed skepticism about this official interpretation of the visible attacks on the kingdom.

"[Al Qaeda's] target has been since the mid to late 1990s the United States, and not their own government," Nathaniel Brown, a professor of international affairs at George Washington University in Washington told Radio Free Europe. "And the most recent attack targets not the Saudi government but Saudi citizens and others who are in Saudi Arabia from Muslim countries. And if this is an Al Qaeda attack, it's not simply a departure, but a shocking departure."

The choice of the target in last Saturday's bombing is so gratuitous and reactionary as to defy logic. In his talks to the Los Angeles Times, Roger Cressey, a former senior counter-terrorism official in the Clinton and Bush administrations, described the attack as a "disconnect" from Al Qaeda's previous modus operandi, which exhibited sensitivity to how its actions would be perceived in the rest of the Muslim world.

An attack of this nature clearly points to the involvement of actors whose motives are hidden. The question is what motive would a hidden force have for carrying out a terrorist bombing in Riyadh?

The Saud family sits upon more oil resources than Saddam Hussein. If both the Saud family and its opposition are proved intolerant Islamists, promoting hate, intolerance and violence, proposal for installing yet another hand picked government, such as the Iraqi Council or the government of Karzai's and fellow war lords, would become more presentable to Western public and respective "representative" assemblies.

Regardless of any chances of success, the visible and invisible attacks on Saudi government will continue and intensify with the passage of time.

End Notes

[1] Joe Stephens and David B. Ottaway, "The ABC's of Jihad in Afghanistan", the Washington Post, March 23, 2002. Also see the objectives behind attacking the concept of Madrassa.

[2] "Kabul today bears a strong resemblance to the Kabul of 1981. This time the men setting the model are American rather than Russian, but the project for secular modernisation which Washington has embarked on is eerily reminiscent of what the Soviet Union tried to do. Schools, hospitals, electrification, rights for women, an expansion of education - it's the same mix as the Russians were encouraging." Jonathan Steele, "Red Kabul Revisited," Thursday November 13, 2003, The Guardian

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Saudi Arabia Under Attack

The Saudi government is subjected to two kinds of attacks: visible and invisible. The world is forced to look at just one of these. The visible picture depicts the November 8 atrocity in Riyadh carried out with wanton disregard. A glimpse of the invisible, but more sinister attack is the article that appeared two days later in the Wall Street Journal.

Both the visible and invisible attacks will continue to prove two kinds of "evil" forces in operation. The objective behind visible, indiscriminate attack on civilians is to prove the opposition to sitting Saudi government as evil. The invisible attacks are directed to prove the Saudi government itself as an evil.

This evilisation would eventually justify another crusade and another hand picked government on the pattern of Afghanistan and Iraq because it would prove that neither the rulers nor the opposition is capable to form a tolerant "democratic" government in Saudi Arabia.

The Invisible Attacks

The Wall Street Journal's November 10 articles by Khalid Abou El Fadl, is a good summary of the invisible attacks on Saudi government. Invisible are these attacks in the sense that they do not take lives immediately. In the short run, they help form a public opinion that later on tolerates UN sponsored genocide for 12 years and ensures a total silence at illegal wars, accepts killings of thousands of civilians and indefinite occupations.

The same invisible attacks are used to make public opinion about who carried out the visible attacks without any concrete evidence. The first line of the Wall Street Journal's November 10 article puts the blame for November 8 bombing on shoulders of "The religious extremists who form al Qaeda and similar terrorist groups are a threat not only to the U.S., but also other parts of the world -- including Saudi Arabia." We will come to this point in the second part of the article.

It is interesting here to note that perpetrators of the invisible attacks are quick to label "religious extremists" running Al Qaeda and religious extremists ruling Saudi Arabia," but conveniently ignore religious extremists who are responsible for carnage and in charge occupation in Iraq. They very tactfully hide religious extremists sitting in the White House. They never ask: If Al Qaeda and the Saudi government are sharing the same "intolerant ideology," and Saudis are funding terrorists, why do the "terrorists" come back to haunt their sponsors?

Perpetrators of the invisible attacks on Saudi Arabia question compatibility of "the Saudi brand of Islam" with Bush's "war on terrorism." Regardless of the "brand" of Islam the ruling family in Saudi Arabia may be following, why is there a need to look for its compatibility with a "war on terror" that is questionable even in the eyes of many non-Muslims, including American intellectuals? They consider Bush's war "invalid" and "bogus."

Why should such a questionable "war on terror" be declared a standard for judging validity of one or another kind of falsely classified Islam? We must realize that anything that negates and anyone who is not ready to buy Bush's hypocrisy and lies are not necessarily evil.

According to Abou El Fadl, "during the Afghan war against the Soviets, madrassas emerged in Pakistan that were concerned less with scholarship than with war on infidels." Those were not madrassas. They were semi-military training camps, run by Pakistan army and ISI, and the literature provided by the US. It is wrong to equate those with the traditional madrassas.

According to Joe Stephens and David B. Ottaway ("The ABC's of Jihad in Afghanistan", The Washington Post, March 23, 2002), International patrons supplied arms and religious literature that flooded Pakistani madrassas. Special textbooks were published in Dari and Pashtu, designed by the Centre for Afghanistan Studies at the University of Nebraska-Omaha under a USAID grant in the early 1980s. Written by American Afghanistan experts and anti-Soviet Afghan educators, they aimed at promoting values of Mujahideen and military training among Afghans.

The same lessons are equally applicable to all the invaders and occupiers. USAID paid the University of Nebraska U.S. $51 million from 1984 to 1994 to develop and design these textbooks, which were mostly printed in Pakistan. Over 13 million were distributed in Afghan refugee camps and Pakistani madrassas "where students learnt basic math by counting dead Russians and Kalashnikov rifles".[1] What else can the US expect from the kith and kin of the people they trained and "indoctrinated." Why blame madrassas? Whatever was true yesterday is true today as well. There can be no double standards of application for truth and justice.

Abou El Fadal argues that madrassas "provided ideological training for those who went to fight in Kashmir, Chechnya, and Afghanistan -- and many still do." The core and crux of that ideological training was to oppose occupation of non-Muslim forces. The ideology that was good for defeating communists is now considered an evil. Other than different color flags and uniform, to the people under occupation there is little difference between the Soviet Union's promotion of godless communism and the Western Alliance's crusade for imposing godless secularism.[2]

The Soviets could conveniently found many Muslims who would proudly call themselves "comrades," willing to sacrifice their lives for a red revolution. Where are they now? Did not most of them turned into "moderates" now for promoting another godless ideology

Rejection of the way the Saudi government rules in people does not mean to falsely propagate that "the Saudi government may be propagating an Islam that promotes violence against non-